

اس شمارے میں

غازی علم الدین --- شہید محبت	۷
گستاخان رسول کا انجام	۱۵
چند مسائل کے جوابات	۲۵
کیا اللہ تعالیٰ کو ”خدا“ کہنا جائز ہے؟	۳۱
اللہ کے دوست	۳۷
کشف المحجوب کی حکایات	۴۲
شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	۵۵
کیا ماہ صفر نجس ہے؟	۶۹
حکایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلوی	۷۰
اپنے بچے کی قیمتی نصیحت سے مدد کیجیے	۷۳
سفر عقیدت و محبت	۸۱
ابن بطوطہ کی ہندوستان آمد	۸۳
تبصرہ کتب	۸۸
محبت نامے	۸۹
تاریخ اپنے واقعات دہراتی ہے	۹۱
وفیات	۸۷
اوقات نماز	۹۸

منظومات

درتو صیف کبریا رحمۃ اللہ علیہ	۵
درتو صیف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۶
شہیدان ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲
اعلیٰ حضرت کی زمین میں (یاد وطن ستم کیا، دشت حرم سے لائی کیوں)	۹۸



ماہ نامہ نورالحبيب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نورالحبيب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



درتو صیف کبریا رحمۃ اللہ علیہ

ہاتھوں میں ذہن کے رہا ہے پرچم تصور
اور سوئے حمدِ خالقِ کل رحمۃ اللہ علیہ ہے رم تصور
پھل ایک پل میں سامنے لائیں عقیدتیں
کعبے میں جب رسا ہوا میرا دم تصور
محدود گو ہے قوسِ حطیمِ کریم میں
سوچو تو بیکراں ہے بہت عالم تصور
میزاب کی تھیں سوئے مدینہ اشارتیں
گریاں جو بندے کی رہی چشمِ نم تصور
بیتِ خدا کے باب پہ پہنچو گے دفعتاً
دوری کے زخم پر جو رکھو مرہم تصور
روزانہ حاضری مری کعبے میں یوں رہی
وجدانِ محترم جو رہا محرم تصور
امراضِ معصیت کا پیامِ شفا لیے
سیراب مجھ کو کرتا رہا زمزم تصور
غواصیِ تخیل و فکرِ رشید سے
دیتا ہے موتی یادِ خدا کے یم تصور

راجا رشید محمود



درتو صیفِ مصطفیٰ ﷺ

غازی علم الدین --- شہید محبت

۱۲ نومبر کو قبرستان میانی صاحب، لاہور
میں تدفین ہوئی

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

علامہ اقبال کا ایک مصرع ہے:

طے شود جادہ صد سالہ بآہے گا ہے

یعنی بعض اوقات ایک آہ کے فاصلے پر منزل ہوتی ہے یا لمحے بھر میں سو سال کا سفر طے ہو جاتا ہے۔۔۔
یہ مصرع زبان پر آتے ہی ذہن بے اختیار شہید ناموس نبی غازی علم الدین رضی اللہ عنہ کی طرف
منتقل ہو جاتا ہے۔۔۔ اس نے صدیوں کا سفر اس تیزی اور کامیابی سے طے کیا کہ ارباب زہد و تقویٰ
اور اصحاب منبر و محراب بس دیکھتے ہی رہ گئے۔۔۔ اس نے ایک قدم انارکلی، ہسپتال روڈ پراٹھایا اور

سرکار ﷺ کی تسلیم و تحیت کا تصور
میرے لیے لایا ہے سکینت کا تصور
خالق نے عطا کی ہیں ہمیں نعمتیں وافر
یوں کرتے ہیں ہم فیض رسالت کا تصور
پہنچے جو نبی ﷺ قصرِ دنا میں تو اسی سے
اللہ کی ہے دید کا ، رویت کا تصور
کردار اُحد میں ہے نبی ﷺ کا جو، ہے اُس میں
پامردی کا ، جرأت کا ، شہامت کا تصور
آقا ﷺ کی حدیثوں میں سے اکثر میں، عزیزو!
راخ ہے روایت کا ، درایت کا تصور
دیکھا گیا جب حمزہ و معصب (رضی اللہ عنہما) کے عقب میں
پختہ ہوا اک خلد کے پر بت کا تصور
کیوں ہونٹ مرے جالیوں کو چومنا چاہیں
کرتا ہوں میں کب ایسی جسارت کا تصور
آقا ﷺ کی شفاعت پہ نہیں جن کو بھروسا
کرتے ہوئے ڈرتے ہیں قیامت کا تصور
محمود ہے اچھائی کی بنیاد جہاں میں
سرکار ﷺ کے فیضانِ ہدایت کا تصور

راجا رشید محمود

دوسرے قدم پر جنت الفردوس میں پہنچ گیا۔۔۔ اسی جنت کی تلاش میں زاہدوں اور عابدوں کے نجانے کتنے قافلے سرگرداں رہے؟۔۔۔ کیسے کیسے لوگ غاروں کے ہو کر رہ گئے؟۔۔۔ کئی پیشانیاں رگڑتے اور سر پٹختے رہے۔۔۔ ہزاروں سرنگریاں چلے کش اسی آرزو میں دنیا سے اٹھ گئے۔۔۔ لاکھوں طواف و تہجد میں غرق رہے۔۔۔ بے شمار صوفی و ملا وقف دعا رہے۔۔۔ ان گنت پرہیزگار خیال جنت میں سرشار رہے۔۔۔ خدا ان سب کی محنت ضرور قبول کرے گا۔۔۔ لیکن غازی علم الدین کا مقام دیکھیے، نہ چلہ کیا، نہ مجاہدہ۔۔۔ نہ حج کیا، نہ عمرہ کیا۔۔۔ نہ دیر میں قشقہ کھینچا، نہ حرم کا مجاور بنا۔۔۔ نہ مکتب میں داخلہ لیا، نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا۔۔۔ نہ کنز، قدوری کھول کر دیکھی، نہ رازی و کشف کا مطالعہ کیا۔۔۔ نہ حزب التحریر کا ورد کیا، نہ اسم اعظم کا وظیفہ پڑھا۔۔۔ نہ علم و حکمت کے خم و پیچ میں الجھا، نہ کسی حلقہ تربیت میں بیٹھا۔۔۔ نہ کلام و معانی سے واسطہ رہا، نہ فلسفہ و منطق سے آشنا ہوا۔۔۔ نہ مسجد کے لوٹے بھرے، نہ تبلیغ گشت کیا۔۔۔ نہ کبھی شیخی بگھاری، نہ کبھی شوخی دکھائی۔۔۔ اسے پاک بازی کا ضبط نہیں، محبوب حجازی ﷺ سے ربط تھا۔۔۔ وہ تسبیح بدست نہیں، مست مئے الست تھا۔۔۔ وہ فقیہ مسند آراء نہیں، فقیر سر راہ تھا۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مصلحت کیشی سے نہیں، جذبہ درویشی سے کام لیا۔۔۔ چنیں و چناں کے دائروں سے نکل کر کون و مکاں کی وسعتوں میں جا پہنچا۔۔۔ وہم و گمان کی خاک جھاڑ کر ایمان و عشق کے نور میں ڈھل گیا۔۔۔ نجانے ہاتف غیب نے چپکے سے اس کے کان میں کیا بات کہی کہ پل بھر میں دل کی کائنات بدل گئی:

پردانے کا حال اس محفل میں، ہے قابلِ رشک اے اہل نظر

اک شب میں ہی یہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

خدا معلوم کتنی ریاضت سے آغوش بسطام نے بایزید کی پرورش کی۔۔۔ خاک بغداد نے جنید کو جنم دیا۔۔۔ شہر قونیہ نے مولانا روم کو بنایا۔۔۔ دہلی نے شاہ ولی اللہ کو پیدا کیا۔۔۔ اور ادھر علم الدین، بڑھئی کی دوکان سے اٹھا اور ایک ہی جست میں زمان و مکان طے کر ڈالے۔۔۔ علامہ اقبال کو جب غازی علم الدین کے بارے میں بتایا گیا کہ ایک اکیس سالہ ان پڑھ اور مزدور پیشہ جوان نے

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۸ ﴿محرم الحرام﴾ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

گستاخ رسول راج چہال کو بڑی جرأت اور پھرتی سے قتل بلکہ واصل جہنم کر دیا ہے، تو حضرت علامہ نے گلوگیر لہجے میں فرمایا:

”اسیں گلاں ای کر دے رہ گئے، تے ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا“۔۔۔

(ہم باتیں ہی بناتے رہے اور بڑھئی کا بیٹا بازی لے گیا)۔۔۔

حضرت علامہ نے غالباً اسی موقع کے لیے کہا ہے:

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں

جس زمانے میں یہ رسوائے زمانہ کتاب لکھی اور چھاپی گئی، شہر لاہور میں ظاہر ہے حق ہو کے زلزلے ہوں گے۔۔۔ علم و فضل کے چرچے ہوں گے۔۔۔ تقریر و تحریر کے ہم ہمے ہوں گے۔۔۔ وعظ و نصیحت کے غلغلے ہوں گے۔۔۔ ادیبوں اور خطیبوں کے طنطنے ہوں گے۔۔۔ لیکن شاتم رسول کو اسفل السافلین میں پہنچانے کی سعادت کسی صوفی باصفا، کسی امام ادب و انشاء، کسی خطیب شعلہ نوا اور کسی سیاسی رہنما کے حصے میں نہیں آئی، بلکہ ایسے مزدور کو ملی، جو ممتاز دانش ور نہیں، معمولی کاری گر تھا۔۔۔ جس کی پیشانی پر علم و فضل کے آثار نہیں، ہاتھوں میں لوہے کے اوزار تھے۔۔۔ خدا معلوم وہ نمازی تھا یا نہیں، لیکن صحیح معنوں میں غازی نکلا۔۔۔ وہ کلاہ و دستار کا آدمی نہیں تھا، مگر بڑے کردار کا حامل بن گیا۔۔۔ غازی علم الدین شہید کو دیکھ کر کم از کم یہ یقین ضرور ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی عبادت کے طول و عرض پر نہیں جاتا، بلکہ کسی کے جذبہ بے غرضی کو شرف قبولیت بخشا ہے۔۔۔ اس کے ہاں شب زندہ داری سے زیادہ دل کی بے قراری کام دیتی ہے۔۔۔ وہ کسی کے ماتھے کا محراب نہیں دیکھتا، نہاں خانہ قلب کا اضطراب دیکھتا ہے۔۔۔ اسے نیکیوں کے سفینے نہیں، گوشہ چشم پر آنسوؤں کے گلینے درکار ہوتے ہیں۔۔۔ اسے کسی کی خوش بیانی متاثر نہیں کرتی، کسی کی بے زبانی پہ پیارا آ جاتا ہے۔۔۔ اسے بولعلی کی حکمت کے مقابلے میں کسی بڑھئی کی غربت پسند آ جاتی ہے۔۔۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو غازی علم الدین کبھی مقام شہادت سے سرفراز نہ ہوتا۔۔۔ کسی غزوے کے دوران ایک شخص حضور ﷺ کے دست مبارک پر مسلمان ہوتا ہے اور ساتھ ہی جہاد کی اجازت مانگتا ہے۔۔۔

چند لمحے قبل وہ سپاہ کفر میں شامل تھا۔۔۔ دوساعتوں کے بعد وہ مجاہدین اسلام کا ساتھی بن جاتا ہے۔۔۔ دولت اسلام سے بہرہ مند اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان میں اترتا ہے اور تھوڑی دیر بعد جام شہادت نوش کر جاتا ہے۔۔۔ جنگ کے خاتمے پر حضور ﷺ شہداء کی لاشوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔۔۔ جب ثابت بن اسیرم کی لاش پر پہنچے تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اس شخص کو دیکھو جس نے اسلام قبول کیا مگر نہ نماز پڑھی، نہ اس نے روزہ رکھا،

نہ اسے حج کرنے کا موقع ملا، مگر سیدھا جنت میں پہنچ گیا۔۔۔“

یہی حال غازی علم الدین شہید کا ہے۔۔۔ نہ اس نے فن تجوید و قراءت سیکھا، نہ عربی، فارسی پڑھی۔۔۔ نہ رومی کی مثنوی دیکھی، نہ نثری کی کشف پڑھی۔۔۔ نہ دین کے اسرار و رموز سمجھے، مگر ایک راز اس پر ایسا کھلا کہ مقدر کے بند کو اڑھل گئے۔۔۔ قسمت کا دریچہ کیا کھلا کہ جنت کے دروازے کھل گئے۔۔۔ یہ عقل خود میں کا کرشمہ نہیں، عشق خدا میں کا معجزہ تھا۔۔۔ کل تک دوکان پر ٹھک ٹھک کرنے والا علم الدین آج کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں دل بن کر دھک دھک کر رہا ہے۔۔۔ غریب باپ کو کیا علم تھا کہ اس کی گود میں شہر محبت کا امیر پل رہا ہے۔۔۔ کچے گھر وندے کو کیا خبر تھی کہ اس کے احاطے میں کچے عقیدے کا بچہ چل پھر رہا ہے۔۔۔ سنسان حویلی کو کیا پتہ تھا کہ ایمان کی دولت اس کے دامن میں بھری ہوئی ہے۔۔۔ محلّہ چابک سوراں کا علم الدین ﷺ، میدان عشق کا شاہ سوار نکلا:

یہ رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا

غازی علم الدین شہید ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے اور ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو تعزیر جرم عشق میں پھانسی پا کر ہمیشہ کے لیے گستاخان رسول کے گلے کی پھانس بن گئے۔۔۔ ۲۱ برس کی عمر میں صدیوں کا سفر اس خوبی سے طے کیا کہ اس کی گرد سفر کا ایک ایک ذرہ، کاروان شوق کے لیے نشان منزل بن کر رہ گیا ہے۔۔۔ نجانے عشاق کے اور کتنے قافلے اس راہ سے گزریں گے، لیکن ان پر لازم ہوگا کہ علم الدین کے نقش کف پا کو چوم کر اپنی منزل کی بوسہ نگیں۔۔۔ لوگ زندہ جاوید ہونے کی آرزو میں مرمَر کر جیتے اور جی جی کر مرتے ہیں۔۔۔ انہیں جینے کا فن تو آ جاتا ہے، مرنے کا

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۱۰ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

ڈھنگ نہیں جانتے۔۔۔ وہ غازی علم الدین کی روح سے پوچھیں کہ مر کر امر ہو جانے کا کیا راز ہے؟۔۔۔ فنا کے گھاٹ اتر کر لافانی بننے کا کیا طریقہ ہے؟۔۔۔ گمنام ہو کر شہرت دوام پانے کا کیا نسخہ ہے؟۔۔۔ کسی کے نام پر مٹ کر ان مٹ ہونے کی رمز کیا ہے؟۔۔۔ جام شہادت کے ذریعے آب حیات پینے کا کیا گر ہے؟۔۔۔ غازی کو میاں والی جیل میں پھانسی دی گئی اور وہیں دفن بھی کر دیا گیا۔۔۔ انگریز کا خیال تھا کہ اگر لاش برسر عام لائی گئی تو ضبط کے سبب بندھن ٹوٹ جائیں گے۔۔۔ مگر مسلمانوں کا احتجاج پورے برصغیر میں شدید تر ہو گیا۔۔۔ حکیم الامت علامہ اقبال، سر محمد شفیع، میاں عبدالعزیز مالواڑہ اور مولانا غلام محی الدین قصوری گورنر سے ملے اور غازی کی لاش مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔۔۔ بالآخر ۱۴ نومبر کو لاش لاہور پہنچی۔۔۔ جنازہ چوہدری جنازہ گاہ میں پہنچا۔۔۔ وہاں جنازہ کیا پہنچا، پورا لاہور پہنچ گیا۔۔۔ اس اعزاز و تکریم کو شہنشاہ ہند ظہیر الدین بابر، مغل اعظم، شاہ جہاں، غیاث الدین بلبن اور دوسرے سلاطین جہاں آج تک ترستے ہوں گے، جو اکرام و اعزاز ”ترکھاناں دے منڈے“ کو نصیب ہوا:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

غازی آج قبرستان میانی صاحب میں آسودہ خاک ہے۔۔۔ اس خاک کا ہر ذرہ سرمہ چشم عشاق ہے۔۔۔ لوگ بقائے دوام پانے کے لیے خضر کی تلاش میں ہیں۔۔۔ جو انہیں چشمہ حیوان تک پہنچا سکے اور وہ سمجھتے ہیں کہ آب حیات کے دو گھونٹ انہیں حیات جاودانی بخش دیں گے۔۔۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کے تلووں کا دھوون ہی آب حیات ہے۔۔۔ اس کا ایک قطرہ حیات ابد عطا کر دیتا ہے۔۔۔ علم الدین اپنے دم ختم سے نہیں، انہی کی خاک قدم بن کر زندہ و پابندہ ہے:

ہرگز نمیرد آں کہ دش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما



کیسی الفت نبھائی ہے سرکار سے، کس محبت سے لپٹے ہیں وہ دار سے
پائیں گے خود پیسہ سے اس کا صلہ، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

رہ نوردانِ راہ طلب جان لو یہ حقیقت، کہ ہے دو قدم، مان لو
ان کے مدفن سے فردوس کا فاصلہ، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

آؤ مل کر چلیں ان کے مرقد پہ ہم، ہوں مودب، پڑھیں فاتحہ دم بہ دم
ان سے ٹوٹے نہ یہ ربط، یہ سلسلہ، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

سنگوں، لرزاں، حیراں نظر آئی سب، ماسوا چند لوگوں کے مخلوق سب
شان ان کی ذرا حشر میں دیکھنا، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

حق کے محبوب ٹھہرے، ہوئے اولیاء، ان کو سرکار کا قرب حاصل ہوا
ہے انھیں خوف کس کا، انھیں حزن کیا، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

شائمانِ نبی کا مخالف رہوں، جان حرمت پہ سرکار ﷺ کی واردوں
جاؤں، کر لوں انھیں رہبر و رہنما، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

میرے دل میں نبی کی محبت رہے، دشمنانِ نبی سے عداوت رہے
کر عطا ان کا جذبہ مجھے اے خدا! جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

رشدیٰ لعنتی میرے ہاتھوں مرے، یہ سعادت خدایا مجھے بخش دے
ان کا مل جائے محمود کو راستہ، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

راجا رشید محمود



شہیدانِ ناموس سرکار ﷺ

شان ان کی بڑی، ان کا رتبہ بڑا، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں
ان پہ لطف و کرم خاص اللہ کا، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

عشق کا منتہا جان کا ہارنا، راز ہم پر یہ افشا انھوں نے کیا
منزلِ زیست کے ہیں وہی رہنما، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

جب بھی فتنہ اٹھا، یہ مٹاتے گئے، جاں لٹاتے گئے، سرکٹاتے گئے
ان پہ حرمت نبی ﷺ کی ہوئی آئینہ، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

ان سے خائف ہوئی موت، ڈرتی رہی، جبہ سا ہو گئی، پاؤں پڑتی رہی
ڈرنے والے اجل سے کہاں ہیں بھلا، جو شہیدانِ ناموس سرکار ہیں

گستاخانِ رسول کا انجام

ترتیب و تحریر: صادق علی زاہد

دین اسلام کی اساس و بنیاد ناموس رسالت کی حفاظت اور چوکیداری پر قائم ہے۔ اسلام صرف نبی اکرم ﷺ ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء کرام علی نبینا و علیہم السلام کی عزت و ناموس کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کے عفو و درگزر کی مثالیں اور روایتیں شمار میں نہیں آسکتیں۔ زمانہ نبوی ﷺ اور اسلاف کے سنہری ادوار میں غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کی مثالوں سے کتب تاریخ و سیر بھری پڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر ظلم کے مقابلے میں صبر اور عفو سے کام لیا۔ مجرموں کو معاف کر دینے میں آپ ﷺ ہمیشہ فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ اپنے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کا منٹہ کر دینے والی ہندہ زوجہ ابوسفیان کو معاف کر دینا کوئی آسان کام نہیں تھا، لیکن آپ ﷺ نے اُن کو اور اُن جیسے کئی اور لوگوں کو جنہوں نے ظلم و ستم کی خونیں داستانیں رقم کی تھیں، معاف فرما کر عفو و درگزر کی تاریخی مثالیں قائم کیں۔ لیکن اس پیکر عفو و کرم ﷺ نے توہین کے مقابلے میں کبھی برداشت اور رواداری سے کام نہیں لیا۔ تاریخ اسلام کا ورق و ورق کھگا ل لیجیے، توہین کے مرتکب شخص کے ساتھ ہمدردانہ رویہ یا اُسے

WHOSO OBEYS THE APOSTLE, HAS INDEED OBEYED ALLAH. " AL-NISA: 80

SAHIH BUKHARI

Compiled By: Imam Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail Bukhari

Urdu Translation: Allama Abdul Hakeem Khan Akhter Shah Jehan Puri

Rendered Into English: Prof. Muhammad Irfan Qadri

Publisher: Farid Book Stall, 38-Urdu Bazaar Lahore.

SALIENT FEATURES:

A long-coveted and oft-aspired English translation of Sahih Bukhari that:-

- Is befitting to the status of Allah, the Apostles, the Prophets and the Holy Elders.
- Whose every word enjoys weight, beauty, aptness and appeal.
- Is Pristine and spring-fresh translation transcending rhetoric and redundant words.
- Rivets the interest of masses and the literate alike.
- Appeals to the connoisseur's judgment.

Farid Book Stall, 38-Urdu Bazaar Lahore.

Ph:+92-42-37312173,37123435 Voice:0333-4236783

Fax:+92-42-37224899

E-mail: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

۱۹۳۶ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
معاف کر دینے کی کوئی مثال آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ کتب سیرت
ہمیں بتاتی ہیں کہ جونہی کسی بد بخت نے شان رسالت میں گستاخی کی، آپ ﷺ نے اس گستاخ کو
صفحہ ہستی سے مٹانے کا حکم جاری فرما دیا۔ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے غزوہ بدر گزر کے دریا
بہاتے ہوئے عام معافی کے اعلان کے ساتھ ہی یہ بھی حکم فرمایا تھا کہ گستاخی رسول کا مرتکب ابنِ حنظل
اگر کعبہ معظمہ کے غلاف سے بھی چمٹا ہوا پایا جائے تو بھی اُسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ
غلاف کعبہ کے نیچے چھپا ہوا ہی ملا اور قتل کیا گیا۔ گستاخ رسول کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے
کی غرض سے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باقاعدہ مدد مانگی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے
اُس گستاخ کا سرتن سے جدا کر کے بارگاہ رسالت سے پروانہ خوشنودی پایا۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات
کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ و تابعین کے زمانہ میں
گستاخان رسول کی سزا اُن کا سرتن سے جدا کرنا ہی تھا۔ اس سے کم سزا یا معافی کا تصور ہی نہیں پایا جاتا۔
زیر نظر سطور میں زمانہ نبوی کے گستاخان رسول کے بارے میں نبی اکرم ﷺ اور
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے چند مثالیں پیش کر کے اسلام میں رواداری اور غزوہ بدر گزر کی مثالیں
دینے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اسلام انسانیت کی خدمت اور ہمدردی کا سبق دینے کے ساتھ ساتھ
نبی اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کی بھی سخت تاکید کرتا ہے۔ اور ناموس رسالت پر
کسی قسم کی رواداری کا روادار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اپنے غلاموں کی توہین بھی کبھی برداشت نہیں کی۔
جنگ اُحد کے جاں گسل لحات میں جب غیر یقینی کی صورتحال کی وجہ سے سانسیں رُک رہی تھیں،
اُس وقت بھی ایک گستاخ نے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی تو آپ ﷺ نے اسی قدم پر اس توہین کا
بدلہ لینے کا حکم فرمایا۔ مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری نے یہ سبق آموز واقعہ ان الفاظ میں
بیان فرمایا ہے:

”غزوۂ اُحد کے موقع پر لشکر کفار کا مشہور تیر انداز حبان بن عرقہ مسلمانوں پر
مسلل تیر چلا رہا تھا۔ حضور ﷺ کی ایک جاں نثار خادمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا مشکیزہ
کندھوں پر اٹھائے، اپنی جان کی پروا کیے بغیر مجاہدین اسلام کو پانی پلا رہی تھیں۔
بد باطن حبان نے تاک کر اس مجاہدہ پر تیر پھینکا، جو پاک باز مجاہدہ کے دامن میں آکر لگا اور
اُن کا پردہ اُٹھ گیا۔ وہ بد باطن ایک خاتون کی ہتک کر کے خوشی کے مارے قہقہے لگاتا ہوا

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۱۶ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 937

زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ سرورِ دو عالم ﷺ کو اپنی خادمہ کی یہ توہین بڑی شاق گزری۔
آپ ﷺ نے اپنے جان نثار مجاہد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بغیر پھل کا تیر دیا
اور اسے چلانے کا حکم فرمایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تاک کر وہ تیر چلایا تو سیدھا
حبان کے گلے میں جا کر لگا۔ تیر لگنے سے وہ بے تاب ہو کر زمین پر گر گیا۔ گرتے ہوئے
اُس کے ستر سے بھی پردہ اُٹھ گیا۔ بے غیرت کی شخی خاک میں ملا کر اور اُسی قدم پر
اپنی خادمہ کی ہتک کا بدلہ چکا کر غیور نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور ہنس پڑے،
یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر اپنے جاں نثار مجاہد کو
داڑھی جات دیتے ہوئے دُعا فرمائی:

اِسْتَقَادَ لَهَا سَعْدٌ اَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَ سَدَّدَ رَمِيَّتَكَ ---

”سعد نے اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا بدلہ لے لیا، اللہ تیری دُعا کو قبول کرے اور تیرا ہر تیر

ٹھیک نشانہ پر لگے“ --- [۱]

اپنی جاں نثار خادمہ کی توہین کا بدلہ لینے پر آپ ﷺ خوش بھی ہوئے اور بدلہ لینے والے
صحابی کو دُعا سے بھی نوازا۔

گستاخ رسول ابولہب کا انجام:

نبی اکرم ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد اور والدہ کی جانب سے حقیقی بھائی کا نام
عبدالعزیٰ تھا، جو اپنی خوبصورتی اور سرخ و سپید رنگت کی وجہ سے ”ابولہب“ کی کنیت سے مشہور تھا۔
ابولہب انتہائی زیادہ امیر کبیر اور مکہ کے چار و سائے اعظم میں سے ایک تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے
اعلان نبوت کیا اور حکم الہی کے تحت اپنے قریبی اعضاء و اقارب کو دعوتِ توحید دی تو ابولہب نے
نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ بولے۔ بعد میں بھی جب اُسے موقع ملا، نبی اکرم ﷺ
کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرتا ہی رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی توہین
برداشت نہ کی اور ابولہب کی مذمت میں قرآن پاک میں سورۃ اللہب نازل فرما کر اس کے لیے
دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید سنائی۔

جب شان رسالت مآب ﷺ میں ابولہب کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں تو اُس پر
عذاب الہی نازل ہو گیا، اس کے جسم میں ایسی بدبودار پھنسیاں نمودار ہو گئیں کہ کوئی اس کے پاس

938 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ بیماری کی حالت میں اس کے بیٹوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا اور کوئی
 اس کی تیمارداری اور مزاج پُرسی تک نہ کرتا تھا۔ اسی حالت میں شدت درد سے جہنم واصل ہو گیا۔
 جب وہ مر گیا تو کوئی اس کی لاش کے قریب بھی نہ جاتا تھا۔ تین دن تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی
 اور گل سر کر اس سے سخت بد بو آنے لگی۔ بد بو کی وجہ سے ارد گرد کے بایسوں کا جینا دو بھر ہو گیا اور
 انہوں نے اس کے بیٹوں کو عار دلائی اور لعنت ملامت کی تو اس کے بیٹوں نے بدوی مزدوروں سے کہا
 کہ اجرت لے کر اس لاش کو ٹھکانے لگا دو۔ چنانچہ بدوؤں نے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں کی مدد سے
 لاش دھکیل کر گڑھے میں ڈال دی اور اوپر پتھر پھینک کر گڑھا بند کر دیا۔ کہاں مکہ کا نبی عظیم اور
 کہاں آج اس کی بدبودارگی سڑی نعش بے گور و کفن پڑی نشان عبرت بن چکی ہے۔ کئی جوان بیٹوں،
 بھائیوں اور رشتہ داروں کا ایک جم غفیر موجود ہونے کے باوجود کوئی اس کی تدفین کرنے پر آمادہ نہیں۔
 گستاخ رسول کا اس سے برا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ [۲]

گستاخ رسول ابورافع یہودی کا انجام اور اس کو قتل کرنے والے کا انجام:
 ابورافع بڑا مال دار یہودی سردار تھا، جو سید دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر کے
 آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا اور آپ ﷺ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اُس کی
 گستاخانہ حرکات کی وجہ سے اُس کے قتل کا فیصلہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عتیک کی سربراہی میں
 چند صحابہ کرام کو اس کا کام تمام کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ ابورافع اپنے قلعہ میں بالائی منزل پر
 رہائش پذیر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے حیلے سے اُس کے کمرے میں گھس کر اُس کو قتل کر دیا
 اور واپسی پر سیڑھیاں اترتے ہوئے گرنے سے آپ کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جب آپ
 واپس تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے آپ کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر دست شفقت پھیرا تو وہ
 بالکل درست ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ یہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”میں نے ابورافع کو قتل کیا، (واپسی پر) میں ایک ایک کر کے دروازے کھولتا گیا
 حتیٰ کہ پہلی منزل پر اتر گیا۔ میں نے سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں (جبکہ میں ابھی
 بالائی چھت پر تھا، چنانچہ میں نے (زمین سمجھ کر) اپنا پاؤں رکھ دیا۔ میں چاندنی رات میں
 زمین پر گر گیا اور میری پٹلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اپنی پگڑی سے
 باندھی اور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ساری بات عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۱۸ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 939
 اپنی ٹانگ آگے کر۔ میں نے اپنی ٹانگ آگے کر دی۔ آپ ﷺ نے اس پر
 ہاتھ مبارک پھیرا، پھر مجھے ایسا لگا جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔۔۔ [۳]

گستاخ رسول عتیبہ کا انجام:

ابولہب کا بیٹا عتیبہ بھی اپنے باپ کی طرح بد زبان اور گستاخ تھا۔ جب سورہ لہب میں
 اس کے باپ اور ماں کے لیے سخت وعیدات نازل ہوئیں تو اس کی دیدہ دہنی اور بھی بڑھ گئی۔
 اس نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر بد کلامی کی۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے دعاء ضرر
 کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ كَلْبًا مِّنْ كَلَابِكَ ---

”اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما دے۔۔۔“

یہ بد بخت قافلے کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوا۔ دوران سفر اس کا باپ ابولہب
 اس کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کرتا۔ قافلے کا مال و متاع ایک جگہ اکٹھا ڈھیر کر کے بلند ٹیلہ سامنا کر
 اس کو اس ٹیلے کے اوپر سلاتا اور خود اور دیگر قافلے والے اس ٹیلے کے ارد گرد سو جاتے، تاکہ کوئی
 موذی جانور اس کو ایذا نہ پہنچا سکے۔ ایک رات جب یہ قافلہ مقام حوران پر ٹھہرا ہوا تھا، تو ایک شیر آ گیا،
 شیر نے سامان کے ٹیلہ نما ڈھیر کے ارد گرد سوئے ہوئے دیگر لوگوں کو کچھ بھی نہ کہا، بلکہ سامان قافلہ
 کے ٹیلے پر سوئے ہوئے عتیبہ کو چیر بھاڑ کر رکھ دیا، لیکن اس گستاخ کا نہ ہی خون پیا اور نہ اس کو کھایا۔
 اس طرح اللہ کے نبی ﷺ کی بدعا سے یہ گستاخ رسول اپنے انجام بد کو پہنچا۔ [۴]

گستاخ رسول عتیبہ بن ابی وقاص کا انجام:

غزوہ اُحد کے موقع پر مشرکین نے اس عزم کے ساتھ یک بارگی آپ ﷺ پر حملہ کر دیا کہ
 آج آپ ﷺ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ملعون عتیبہ بن ابی وقاص نے یکے بعد دیگرے چار پتھر
 آپ ﷺ کو دے مارے۔ اُن میں سے ایک پتھر لگنے سے آپ ﷺ کے سامنے والے دو اوپر کے
 اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے، جب کہ نیچے والا ہونٹ مبارک بھی شدید زخمی ہو گیا۔
 دانت جڑ سے نہیں اُکھڑے بلکہ اُن کا اوپر والا حصہ ٹوٹا تھا۔ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ
 اس جاناکا حادثہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہونے
 کے بعد میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہ جرأت کس نے کی ہے؟

940 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 آپ ﷺ فرمایا: عتبہ بن ابی وقاص نے۔ میں نے عرض کی: وہ کدھر گیا ہے؟
 آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ ادھر گیا ہے۔

چنانچہ میں اُس کے تعاقب میں نکلا تو جلد ہی وہ مجھے مل گیا۔ میں نے تلوار سے اُس پر حملہ کیا
 اور اُس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ پھر میں نے اُس کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور اس کے گھوڑے کو پکڑا اور
 بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور مجھے دعا دیتے ہوئے
 دوبار فرمایا:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ۔۔۔

”اللہ تم سے راضی ہو، اللہ تم سے راضی ہو“۔۔۔

علامہ سیہلی لکھتے ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے کے
 عذاب کی وجہ سے اُس کی اولاد میں ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت نہیں اُگتے اور اس کے منہ سے
 سخت بدبو آتی ہے۔ [۵]

گستاخ رسول عبداللہ بن قمنہ کا انجام بد:

عبداللہ بن قمنہ بنو ہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ غزوہ اُحد کے موقع پر اُس نے تیر مارا، جس سے
 خود کی دو کڑیاں حضور انور ﷺ کے رخسار مبارک میں گھس گئیں اور رخسار مبارک زخمی ہو گیا۔

امام طبرانی، ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمنہ نے تیر مارا تو کہا:

خُذْهَا وَ اَنَا اِنْ قَمِنْتُ۔۔۔

”یہ لو تیر آیا، اور میں قمنہ کا بیٹا ہوں“۔۔۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

اَقِمَنَّكَ اللّٰهُ۔۔۔

”اللہ تمہیں ذلیل و خوار کرے“۔۔۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایک جنگی مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے
 چھلنی کر کے اپنے سر سے اسے پہاڑ کی بلندی سے دھکا مارا، یہ لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا۔ اس کا گوشت
 ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ [۶]

گستاخ رسول عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ المخزومی کا قتل:

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی ایک قریشی جنگ جو تھا، جس کو اپنی قوت اور فنِ سپاہ گری پر
 ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۲۰ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۲۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ اَنَّكَ 941
 بڑا ناز تھا۔ ایک دفعہ یہ نخلہ کے مقام پر گرفتار ہوا تھا، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اسے قیدی بنا لیا تھا
 لیکن حضور ﷺ نے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا تھا۔ اس احسان کا بدلہ اس بد بخت نے یہ دیا کہ
 غزوہ اُحد کے موقع پر یہ سر سے پاؤں تک لوہے کے لباس میں غرق، اپنے اُبلق گھوڑے پر سوار ہو کر
 آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے گرجتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے چینا:

لَا نَجُوْتُ اِنْ نَجُوْتُ۔۔۔

”اگر آپ ﷺ بچ گئے تو میں کبھی نہ بچ سکوں گا“۔۔۔

جب وہ قریب پہنچا تو حضور ﷺ زخمی ہونے اور نقاہت کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے کے لیے
 خود کھڑے ہو گئے۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے جب اُسے اپنے آقا ﷺ کی طرف
 بڑھتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک لیا۔ اچانک اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ
 زمین پر آگرا۔ اُسے گرانے کے بعد اُس کا گھوڑا منہ اٹھا کر بھاگ گیا۔ کچھ دیر تک دونوں
 ایک دوسرے پر اپنی اپنی تلواروں سے وار کرتے رہے۔ اچانک حضرت حارث نے ایک بھر پور
 وار کر کے اُس کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑام سے زمین پر آگرا۔ آپ اُس کی چھاتی پر چڑھ گئے
 اور اُسے جہنم واصل کر دیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اُس کا کام تمام کر دینے کے بعد اُس کی زہ
 اور خود اتار لیا۔ حضور علیہ السلام نے اُس کی ہلاکت پر اپنے رب قدیر کی حمد و ثناء کی۔ مالِ غنیمت کی
 تقسیم کے وقت اُس کا لوہے کا لباس حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا۔ اُحد کی جنگ میں صرف
 اسی مقتول کا لباس اور اسلحہ اُس کے قاتل کو دیا گیا تھا۔ [۷]

گستاخ رسول ابی بن خلف کی ہلاکت:

خلف کے دونوں بیٹے اُمیہ اور ابی بڑے کروفر سے جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اُمیہ کو تو
 حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کر دیا، جب کہ ابی جنگی قیدی بنا، جو فدیہ ادا کر کے رہا ہوا۔
 اس احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العود تھا۔ اس نے
 قسم کھا کر کہا کہ میں اس گھوڑے کو روزانہ اتنے سیر مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا، پھر میں اس پر سوار ہو کر
 (حضور ﷺ کا اسم مبارک لے کر) قتل کروں گا۔ اس کی یہ بڑبڑ بادی برحق نے سن لی تو فرمایا:

بَلْ اَنَا اَقْتُلُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔۔۔

”وہ نہیں بلکہ میں اُسے موت کے گھاٹ اتاروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ“۔۔۔

غزوہ اُحد کے موقع پر وہ اپنے اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شرکت کے لیے آیا۔

942 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُجِبُ وَتَرْضَى لَهُ
حضور ﷺ لڑائی کے دوران پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا،
خیال رکھنا، مبادا ابی بن خلف مجھ پر پیچھے سے حملہ کر دے۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا۔
جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور حضور ﷺ گھائی میں تشریف فرما ہوئے تو یہ بد بخت اچانک
آدھکا۔ اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر اتنی نقاب ڈالا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو قفس کرنا ہوا
آ رہا تھا۔ قریب آ کر کہنے لگا:

اَيْنَ مُحَمَّدٍ لَا نَجُوتُ اِنْ نَجَا ---

”یعنی (جان عالم) محمد ﷺ کہاں ہے، اگر وہ بچ گیا تو میرا بچنا محال ہے۔“ ---

بہت سے مسلمان مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنا چاہا، لیکن بہادروں اور شجاعوں
کے آقا ﷺ نے بلند آواز سے حکم دیا:

دَعُوهُ وَ خَلُّوا طَرِيقَهُ ---

”اسے چھوڑ دو، اس کا راستہ خالی کر دو“ (یعنی اسے آگے آنے دو) ---

جلال الہی کے پیکر، قہر خداوندی کے مظہر ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

يَا كَذَّابُ اَيْنَ تَقْرُ ---

”اے کذاب! اب بھاگ کر کدھر جاتا ہے۔“ ---

حضور علیہ السلام نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور اس کے
سامنے کھڑے ہو کر بڑے جوش سے اس کی گردن کے اس حصہ میں نیزے سے ضرب لگائی جو
خود اور زرہ کے درمیان نگارہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا، اس کے حواس باختہ ہو گئے، سر چکرا گیا، گھوڑے کی
پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح بیل ڈکارتا ہے، اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا،
اس ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے
سینہ کی پسیلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا، چلاتا ہوا واپس بھاگا، قوم کے پاس پہنچا
تو وہ کہہ رہا تھا:

قَتَلَنِي وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ ---

”بخدا مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا۔“ ---

جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے، تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے، کوئی زخم
نہیں ہے، معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔ اگر اس قسم کی خراش

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۲۲، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

943 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
ہم میں سے کسی کی آنکھ میں لگتی تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی۔

ان نادانوں کو کیا خبر تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا اور کہاں تک ہوتا ہے۔
وہ کہنے لگا:

لات وعزى کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے، وہ چوٹ اگر ربیحہ اور مضرب قبل کو بھی لگتی
تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

جب کفار مکہ کا لشکر اُحد سے مکہ واپس جا رہا تھا تو اسی چوٹ کی تاب نہ لاتے ہوئے سرف کے
مقام پر یہ بد بخت جہنم واصل ہو گیا۔ [۸]

گستاخ رسول عبد اللہ بن حمید بن زہیر:

غزوہ اُحد کے موقع پر جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی تو اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے
ایک مشرک عبد اللہ بن حمید بن زہیر سر تا پا لوہے میں غرق، گھوڑا کداتا ہوا حضور پر حملہ کرنے کے لیے
آگے بڑھا اور کہنے لگا:

اَنَا اِبْنُ زُهَيْرٍ دَلُونِي عَلَى مُحَمَّدٍ فَاَللّٰهُ لَاقْتُلَنَّهُ اَوْ لَا مَوْتَ تَدُوْنَهُ ---

”میں زہیر کا بیٹا ہوں، مجھے بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہیں، بخدا، یا میں اُن کو قتل کر

دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔“ ---

مقبول بارگاہ رسالت حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے جب اُس بد بخت کی یہ دھمکی سنی تو غرا کر بولے:
”اے احمق! انہیں رہنے دو، پہلے ان کے جاں نثار سے بچنا آزمائی کر لو۔“ ---
ساتھ ہی آپ نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر اپنی تلوار سے اس کے گھوڑے کی
کونچیں کاٹ دیں۔ گھوڑے کے ساتھ ہی وہ گستاخ رسول زمین پر گرا۔ آپ نے بھرپور وار
اس کے سر پر کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رحمت عالم ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے، فرمایا:

اللَّهُمَّ امْرَأُ عَنْ أَبِي خَوْشَةَ كَمَا اَنَا عَنْهُ مَرَّاض ---

”اے اللہ! تو بھی ابو خورشہ (حضرت ابو دجانہ کی کنیت) سے اسی طرح راضی ہو جا

جس طرح میں اس سے راضی ہوا ہوں۔“ --- [۹]

ابو دجانہ کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا محبوب اسے اپنی رضامندی کا
یقین دلادے اور اپنے رب کی بارگاہ میں بھی اس سے راضی ہونے کی دعا فرمادے۔

944 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اسی جنگ میں جب مشکل اور نازک حالات پیدا ہوئے تھے تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ
اس نازک مرحلہ پر ڈھال بن کر حضور ﷺ پر جھکے رہے۔ دشمن کی طرف سے آنے والے ہر تیر کو
اپنی پشت پر لیتے رہے لیکن اپنی جگہ سے ذرا بھی آگے پیچھے نہ ہوئے۔

ہماری رہنمائی کے لیے کتب سیر و تاریخ میں اس طرح کے اور بھی بے شمار واقعات موجود ہیں،
جن سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی ناموس رسالت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔
بلکہ برصغیر کی تاریخ تو اس قسم کے بیسیوں واقعات اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہے کہ
شامان رسالت کی زبان بند کرنے والے اکثر غازیان و شہداء ظاہری طور پر ادنیٰ مسلمانوں میں ہی
شمار ہوتے تھے، لیکن ان کے تاریخی اقدامات اور سرفروشیوں کی بدولت حاملانِ جبہ و دستار اور
وارثانِ محراب و منبر بھی رشک ہی کرتے رہ گئے۔

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَوْءِ الْاَدَبِ فِيْ حَضْرَةِ الْمَصْطَفٰی وَ نَعُوْذُ بِكَ
بِجَاهِهِ عِنْدَكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ سَخَطِ نَبِيِّكَ وَ حَبِيْبِكَ وَ جَعَلْنَا مِنْ خِدْمَتِهِ
الْمَتَأَبِّينَ فِيْ جَنَابِهِ الْمَتَمَسِّكِيْنَ بِذِيْلِهِ عَلَيْهِ وَ عَلٰی آلِهِ مِنَ الصَّلٰوةِ اَطِيْبُهَا
وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اِنْهَا كَلِمَا ---

حوالہ جات

- ۱ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۵۱۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
- ۲ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، جلد پنجم (خلاصہ تفسیر سورۃ الہلب)، ضیاء القرآن
پبلی کیشنز، لاہور
- ۳ صحیح بخاری، حدیث رقم: ۴۰۳۹
- ۴ دلائل النبوة، جلد ۲، صفحہ ۶۱۳ (توہین رسالت کا علمی و تاریخی جائزہ)
- ۵ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۵۰۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور،
بحوالہ سبیل الہدیٰ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۴
- ۶ ایضاً ۷ ایضاً صفحہ ۵۱۲
- ۸ ایضاً صفحہ ۵۱۲ ۹ ایضاً صفحہ ۵۱۷

چند مسائل کے جوابات

الاستفتاء

بخدمت جناب علامہ زماں، بہیقی دوراں، شیخ الحدیث و التفسیر جانشین حضور سیدی فقیہ اعظم
حضرت علامہ مولانا مفتی پیر محمد محبت اللہ نوری قادری مدظلہ العالی
ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف پنجاب پاکستان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ---

حضور جانشین فقیہ اعظم! آپ سے چند سوالات کے استفتاء لینے ہیں، برائے کرم درج ذیل
مسائل کے تفصیلاً تحریراً جوابات بھیج کر ہم کم علم لوگوں کو مشکور و ممنون فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

سوال نمبر ۵:

علماء بیان فرماتے ہیں، جب گنہگار کی نماز جنازہ اللہ کا ولی پڑھ لے تو اس گنہگار شخص کی
بخشش ہو جاتی ہے اور ولی کا جنازہ ہم جیسے گنہگار لوگ پڑھ لیں تو اس ولی کے جنازہ پڑھنے کے
توسل سے تمام گنہگاروں کو بخش دیا جاتا ہے۔ کیا یہ حدیث مبارکہ ہے یا صحابی، تابعی، فقیہ کا
قول مبارک ہے، جیسا کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ پر بہت جھگڑا ہو رہا ہے اور ہمارے علاقے کے
وہابی کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن پاک سے یا بخاری شریف سے دکھائیں اور ان لوگوں کا پرزور مطالبہ ہے۔
برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔

سوال نمبر ۲:

گیارہویں شریف کی شریعت میں کیا حیثیت ہے، کرنی چاہیے یا نہیں؟ تفصیلاً درج فرمائیں، شرع میں اس کی اصل کیا ہے۔

سوال نمبر ۳:

مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں لوگ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد نماز جنازہ کرنے لگ جاتے ہیں، بقیہ نماز سنت، نفل اور وتر واجب چھوڑ دیتے ہیں اور ہم پاکستان میں فرائض باجماعت ادا کرنے کے بعد بقیہ سنت، نفل اور وتر پڑھتے ہیں۔ اس کے بارے میں روشنی ڈالیں، پڑھنے چاہئیں مدینہ اور مکہ میں یا کہ نہیں۔ عمرہ کر کے آئے ہوئے حاجی صاحبان نے یہاں پر شور مچا رکھا ہے کہ جو کام ہم وہاں دیکھ آئے ہیں وہی یہاں کرنا ہے، یعنی صرف فرض ہی پڑھیں گے۔

سوال نمبر ۴:

نماز جنازہ مسجد میں ادا کیوں نہیں کرتے یا مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا کیسا ہے؟ اس کی وجوہات اور بیت اللہ، مدینہ منورہ میں بھی نماز جنازہ مسجد میں ادا کرتے ہیں یہاں پر حرام کیوں (فتاویٰ فیض الرسول، جلد نمبر ۱) نیز فتاویٰ نوریہ میں مطالعہ کیا مگر یہ مسئلہ نہیں ملا۔ کرم فرمائیں اور اس کی وجوہات لکھ کر مشکوٰۃ فرمائیں۔

سوال نمبر ۵:

زید اور بکر دونوں کے نکاح بٹہ پر ہوئے جیسا کہ زید نے اپنی بیوی، بکر یعنی بھائی کے پاس چند دن اس کے گھر چھوڑ گیا، جب بکر کے پاس دوبارہ لینے کے لیے آیا تو لڑائی ہوئی اور زید نے اپنی زوجہ کو دوسرے تہ طلاق رجعی دی اور ایک گھنٹہ کے اندر رجوع کیا، پھر اپنی زوجہ کو لے کر چلا گیا جب کہ زید مکمل عالم دین ہے، اس کے چلے جانے کے بعد بکر نے اپنی زوجہ کو کہا کہ اپنے بھائی کو روک لے، ورنہ میں بھی تم کو طلاق دے دوں گا اور ایسے نہیں بلکہ ایک سومر تہہ دوں گا اور کہا کہ میں یوں کہوں گا طلاق طلاق طلاق، ایسے سومر تہہ۔ آیا کہ طلاق ہوگئی یا نہیں، شرع اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

فقط والسلام آپ کی دعاؤں کا طلب گار ناچیز

غلام مرتضیٰ، مہالم خورد ضلع قصور

مولانا غلام مرتضیٰ صاحب زید مجدد کم

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔۔۔ آپ کے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللہم اجعل لی النور والصواب

جواب سوال نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور نیک بندوں کی برکت مسلم ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، جس میں پہلی امتوں کے ایک شخص کا واقعہ ہے جو سو بندوں کا قاتل تھا، اسے جب بتایا گیا کہ فلاں بستی میں صالحین (اللہ کے ولی عبادت گزار بندے) رہتے ہیں، ان کے پاس جا کر توبہ کر، امید ہے تیری توبہ قبول ہو جائے گی، چنانچہ وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا تو راستے ہی میں اسے موت آگئی۔ موت کے وقت اس نے اپنا سینہ صالحین کی بستی کی طرف کر لیا تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو اس کے متعلق رحمت اور عذاب کا اختلاف ہو گیا۔ پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم (ثالث) بنالیا، اس نے کہا، دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس کے زیادہ قریب ہو، اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ فی الواقع جس بستی سے وہ آ رہا تھا، قریب تھی اور صالحین کی بستی دور تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی بستی کو حکم دیا کہ قریب ہو جاوے جہاں سے گناہ کر کے آ رہا تھا، اسے فرمایا دور ہو جا۔ پھر پیمائش کی گئی تو اس زمین کے زیادہ قریب تھا، جہاں صالح لوگ رہتے تھے، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح پر قبضہ کر لیا۔

[صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل، حدیث نمبر ۶۶۷۷/۲۷]

صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر ۳۴۷۸

اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اولیاء کرام کی قدر و منزلت کا پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی گنہگار توبہ کے ارادے سے ان کی طرف روانہ ہو جائے، ابھی وہاں نہ پہنچا ہو اور نہ توبہ کی ہو، تب بھی اسے بخش دیا جاتا ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں حدیث کے کلمات ہیں:

القرية الصالحة۔۔۔ یعنی ”صالح بستی“۔ حالانکہ بستی میں نیک و بد ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں مگر صالحین کی وجہ سے پوری بستی کو قریہ صالحہ فرمایا گیا۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ صالحین کی برکت سے مغفرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کے نیک بندے کی امامت بھی گنہگاروں کی بخشش کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

948 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُجِبُ وَتَرْضَى لَهُ
إِجْعَلُوا أَمْتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَإِنَّهُمْ وَفَدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ --- [سنن دارقطنی، صفحہ ۱۹۷/ سنن بیہقی، جلد ۳، صفحہ ۹۰]

”نیوں کو امام بناؤ، اس لیے کہ وہ تمہارے اور رب کے درمیان وفد (واسطہ) ہیں۔“
بعض محدثین کرام نے ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ نیوں کا جنازہ
پڑھنے والے کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جلیل القدر محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کفن چور کا
واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک عورت کے جنازہ میں شامل ہوا، رات کو کفن چرانے کے لیے قبر کھولی،
جب کفن کو ہاتھ لگایا تو اس عورت نے کہا:
سُبْحَانَ اللَّهِ رَجُلٌ مَغْفُورٌ يَأْخُذُ كَفَنَ مَغْفُورٍ لَهَا ---
دوسری روایت میں ہے:

سُبْحَانَ اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَسْلُبُ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ---
”سبحان اللہ! بخشا ہوا جنتی شخص، بخشی ہوئی جنتی عورت کا کفن چرا رہا ہے۔“
پھر کہا:

إِنَّ اللَّهَ غَفَرَ لِي وَلِجَمِيعٍ مَنْ صَلَّيَ عَلَيَّ وَأَنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ عَلَيَّ ---
[شرح الصدور بشرح حال الموتى و القبور، فصل فیہ فوائد، صفحہ ۸۶-۹۳]
”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اور میرے جنازہ میں شرکت کرنے والے تمام لوگوں کی
بخشش فرمادی ہے اور تو نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے، لہذا تیری بھی بخشش ہوگئی۔“

اسی طرح سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے، موصوفہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے
سید حسن انور بن سید زید رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی اور ولیہ کاملہ تھیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے
جلیل القدر امام بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔ امام شافعی نے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کی
سماعت کی۔ آپ جب بیمار ہوتے تو کسی شاگرد کو سیدہ کے ہاں دعا کے لیے بھجواتے۔ دعا کرتیں تو
قاصد کے لوٹنے سے پہلے ہی آپ شفا یاب ہو جاتے۔ مرض الموت میں آپ نے حسب عادت
ایک شاگرد کو سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے پاس دعا کے لیے بھجوایا تو انھوں نے فرمایا:

مَتَّعَهُ اللَّهُ بِالنَّظَرِ إِلَى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ ---

”اللہ تعالیٰ شافعی کو اپنی زیارت سے مشرف فرمائے۔“

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۲۸ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ 949
امام شافعی کو جب اس دعا کا پتا چلا تو سمجھ گئے کہ اب وقت وفات قریب آ پہنچا، آپ نے
وصیت فرمائی کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا جنازہ میں شامل ہوں۔ ۲۰۴ھ میں امام شافعی کا وصال ہوا تو
سیدہ نفیسہ نے امیر مصر کو پیغام بھجوایا کہ جنازہ میرے مکان کے قریب پڑھا جائے۔ کیوں کہ
کثرت عبادت و ریاضت کی وجہ سے سیدہ کمزور ہو چکی تھیں اور جنازہ کے لیے دور جانا ممکن نہ تھا۔
چنانچہ سیدہ نے مقتدی کی حیثیت سے جنازہ میں شرکت فرمائی۔
ایک مرد صالح، جنھوں نے امام شافعی کے جنازہ میں شرکت کی، فرماتے ہیں کہ جب جنازہ
پڑھا جا چکا تو غیب سے ندا آئی:

إِنَّ اللَّهَ غَفَرَ لِكُلِّ مَنْ صَلَّيَ عَلَى الشَّافِعِيِّ بِالشَّافِعِيِّ وَغَفَرَ الشَّافِعِيَّ
بِصَلْوَةِ السَّيِّدَةِ النَّفِيسَةِ عَلَيْهِ رَاحَتِي اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ---

[نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، صفحہ ۱۹۰]
”اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے صدقے جنازہ میں شامل ہونے والے تمام لوگوں
کو بخش دیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پڑھنے کی برکت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی
معفرت فرمادی۔“

محدثین کرام کے بیان کردہ ان واقعات سے پتا چلا کہ اللہ کے ولی کی برکت سے میت کی
بخشش ہو جاتی ہے اور نیوں کا جنازہ پڑھنا شرکاء جنازہ کی بخشش کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

جواب سوال نمبر ۵:

گیارہویں شریف سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی الحسینی والحسینی رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب
کے لیے کی جاتی ہے، جس میں صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے، جو مستحسن و مستحب ہے۔ تفصیلی فتویٰ
حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، صفحہ ۵۹۴ تا ۵۹۸ ملاحظہ کریں۔

جواب سوال نمبر ۶:

پاکستان میں ہوں یا حرمین شریفین میں، فرائض کے بعد سنن و نوافل وغیرہ ہمیشہ پابندی سے
پڑھنے چاہئیں۔ احادیث مبارکہ میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ حجاز مقدس میں بعض لوگ
فرض نماز کے فوراً بعد باہر نکل جاتے ہیں، تو ان کے بارے میں یہی حسن ظن رکھنا چاہیے کہ وہ گھر جا کر
پڑھ لیتے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل وغیرہ اکثر گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

جواب سوال نمبر ۵:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنی منع ہے، کیونکہ منع ہے؟ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلَّى عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ---

[سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الجنائز، فی المسجد، حدیث نمبر ۳۱۹۱]
نیز مسجد کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے، جب کہ جنازہ کی وجہ سے مسجد میں آلودگی کا اندیشہ ہے، کیوں کہ بعض اوقات میت سے نجاست (پیپ، خون) نکل کر مسجد کو ناپاک کر سکتی ہے۔

[ہدایہ، کتاب الصلوة، فصل الصلوة علی میت]
سعودی حکومت کے ہم مقلد نہیں ہیں کہ ان کے طریقے اختیار کریں۔ فتاویٰ فیض الرسول کا حوالہ آپ نے دیا، مگر اس میں تو نہایت شدت سے مسجد میں جنازہ ناجائز ہونے کا فتویٰ ہے۔
[ملاحظہ ہو فتاویٰ فیض الرسول، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، ۱۴۱۱ھ، صفحہ ۶-۲۳۵]
مسجد میں جنازہ منع ہونے پر فتوے، فتاویٰ نوریہ، جلد ۱، صفحہ ۶۸۸ تا ۶۹۱ اور فتاویٰ نوریہ، جلد ۶، صفحہ ۳۳۲ پر ہیں۔

جواب سوال نمبر ۶:

”طلاق دے دوں گا“، ”ایک سو مرتبہ دوں گا اور یوں کہوں گا، طلاق طلاق طلاق“
ان کلمات سے طلاق نہیں ہوتی، کیوں کہ ان کلمات میں زمانہ مستقبل میں طلاق کا وعدہ ہے، جب کہ طلاق کے لیے ماضی یا حال کا صیغہ ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
خیر خلقہ محمد وآلہ و صحبہ و بارک وسلم
حررہ الفقیر محمد محبت اللہ نوری
خادم دارالافتاء و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا
۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ / ۱۵ فروری ۲۰۱۵ء



کیا اللہ تعالیٰ کو ”خدا“ کہنا جائز ہے؟

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا، ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں عَلمٌ اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنگری کہنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب و سنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے؟ اگر اس کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔۔۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب خداوندی کا موجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو، توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے، اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ علامہ نووی [۱] اور قاضی عیاض [۲] وغیرہ کا بیان ہے۔۔۔

عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء، اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی

952 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُجِبُّ وَتَرْضَى لَهُ
دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی، جو عربی میں
اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔۔۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وَلَوْ كَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ جَانِزًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بِنَاءً عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ
الْمَقْصُودَ هُوَ الدِّكْرُ وَذَلِكَ حَاصِلٌ بِكُلِّ لِسَانٍ..... اسْتَدَلَّ بِمَا رَوَى أَنَّ
الْفَرَسَ كَتَبُوا إِلَى سُلَيْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمُ الْفَاتِحَةَ
بِالْفَارِسِيَّةِ---[۳]

”اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے،
کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، خواہ کسی زبان میں ہو
..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورہ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں۔۔۔
اور علامہ قاضی خان اوزجندی لکھتے ہیں:

ولو قال بالفارسية خدائے بزرگ است او قال خدائے بزرگ او قال
بنام خدائے بزرگ یصیر شاعرًا فی الصلوة فی قول أبي حنيفة---[۴]
”اگر فارسی میں ”خدائے بزرگ است“ یا ”خدائے بزرگ“ یا ”بنام
خدائے بزرگ“ کہا، تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا
صحیح ہے۔۔۔
ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

وَلَوْ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ بِأَنَّ قَالَ: خدائی بزرگتر اَوْ خدائی بزرگ
يَصِيرُ شَاعِرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ---[۵]
”اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ کہا تو
امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔۔۔
علامہ بدرالدین عینی، ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وان افتتح الصلوة بالفارسية بان قال موضع الله اكبر خدائے بزرگ و

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۳۲، محرم الحرام/ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ 953

سمی بالفارسية بان قال بنام خدائے بزرگ اجزاء عند أبي حنيفة---[۶]

”اگر کسی نے فارسی میں نماز شروع کرتے ہوئے اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا
یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی، بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک
نماز جائز ہے۔۔۔

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے، وہ لکھتے ہیں:
لِأَنَّ التَّكْبِيرَ ذِكْرُ اللَّهِ، وَذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى يَحْصُلُ بِكُلِّ لِسَانٍ---[۷]
”کیونکہ تکبیر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔۔۔

ان حوالہ جات کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے اور
ہر دور میں ائمہ و فقہاء اللہ تعالیٰ کی ذات کو ”خدا“ سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں۔ ہر چند کہ
افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لفظ ”اللہ“ سے ہی تعبیر کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کو ”خدا“ سے
تعبیر کرنا بھی جائز ہے اور اس کا مسئلہ توقیف سے کوئی تعلق نہیں۔
اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماعاً جائز ہے اور جس کے جواز پر اجماع ہو،
وہ غیر توقیفی نہیں ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ اطلاق کے جواز اور عدم جواز کی یہ بحث صفات میں ہے، اسماء اور
اعلام میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کے اطلاق کے لیے ثبوت شرع کی ضرورت ہے اور
اس کی ذات کو کسی اسم سے تعبیر کرنے کے لیے ثبوت شرع کی احتیاج نہیں ہے۔۔۔
جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے، ان کا
کتاب و سنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔۔۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے، یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے
اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے، جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر
کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔۔۔[۸]
علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

”یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے، جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر

کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے، جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے“۔۔۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ فرمایا ہے، اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔۔۔ [۹] علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

”جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں، ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں“۔۔۔ [۱۰] علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

”جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت ہو، نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عِلْم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے، جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عِلْم (نام) ہو، اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے“۔۔۔ [۱۱]

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

”جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے۔ بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے عِلْم (نام) ہیں، جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری، ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں، ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا، جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو، اس کا اطلاق جائز ہے، خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو اور ایک قوم نے کہا، جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے، ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ

خاص ہیں“۔۔۔ [۱۲]

خاص طور پر لفظ خدا کے بارے میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے، علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ ”خدا“ ذکر کرتے ہیں:

فان قيل كيف صح اطلاق الموجود والواجب والقديم ونحو ذلك كلفظ خدا بالفارسية مما لم يرد به الشرع قلنا بالاجماع--- [۱۳] ”اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا، ہم کہیں گے کہ یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے“۔۔۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

و مال اليه القاضي ابو بكر شيوع اطلاق نحو خدا و تنكري من غير تكبير فكان اجماعاً و الاجماع كاف في الاذن الشرعي اذا ثبت--- [۱۴] ”اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیوں کہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے“۔۔۔ ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے، لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے، کیوں قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔۔۔

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے

عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ ”اللہ میاں“ یا ”اللہ سائیں“ بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ میاں شوہر، بوڑھے شخص اور دلال کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور سائیں فقیر یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں، ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں، ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔۔۔

حواشی

۱..... علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲..... علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، جلد ۱،

اللہ کے دوست

پروفیسر محمد سرور شفقت

ولی کی جمع اولیاء ہے، اولیاء اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے دوست، اس کے مقرب اور برگزیدہ بندے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ هُمُ الْأَوْلِيَاءُ ۚ لَا يَأْتِيهِم مَّا يُفْتَنُونَ بِهِ لِأَنَّهُمْ هُمُ الْيَقِينُ [یونس: ۶۲]

”یعنی اولیاء اللہ کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔“

ولی کی اصطلاح کا ماخذ یہی آیہ مبارکہ ہے۔ اہل طریقت کے ہاں ولی سے مراد عارف باللہ ہے، جس کا دل ذکر الہی سے مستغرق رہے، شب و روز تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو، اس کا دل محبت الہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو، وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ ولی اللہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اطاعت میں مداومت اور معاصی سے اجتناب کرتا ہے، لہذا دنیوی میں انہماک سے اعراض کرتا ہے۔

مخدوم سید علی بھویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ کشف المحجوب میں رقم فرماتے ہیں کہ اپنے بندے کی ان صفات کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب یعنی دوستی کے لیے مخصوص کر لیتا ہے اور اسے معصیت سے محفوظ رکھتا ہے، اس کا ناصر بن جاتا ہے، اس کی ہر طرح نصرت کی جاتی ہے، معافی اور اسرار کے بیان کرنے میں اس کی عقل کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ شیطان اور نفس کی مخالفت میں اس کی مدد ہوتی ہے اور امور بندگی کی بجائے آوری میں نصرت و تائید اس کے شامل حال رہتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اس قسم کے بندوں کا ہر طرح ولی بن جاتا ہے اور یہ لوگ اس کے اولیاء ہوتے ہیں

صفحہ ۳۹-۴۰، مطبوعہ داس الکتب العلمیہ، بیروت

۳..... علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، جلد ۱، صفحہ ۳۶-۳۷،

مطبوعہ داس المعرفة، بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴..... علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی معروف بہ قاضی خان، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان

علیٰ ہامش الہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۸۶، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۵..... علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی، متوفی ۵۸۷ھ، البدائع الصنائع، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱،

مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

۶..... علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، البنایۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۰۵، مطبوعہ

مطبع نشی نول کشور، لکھنؤ

۷..... علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، جلد ۱، صفحہ ۷۷، مطبوعہ

داس الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۸..... علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف، صفحہ ۶۵۸، مطبوعہ

نول کشور، ہند

۹..... علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت و الجواہر، جلد ۱،

صفحہ ۸۲-۸۳، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ بمصر

۱۰..... علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی، صفحہ ۷۲،

مطبوعہ مطبع یوسفی، لکھنؤ

۱۱..... علامہ سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، جلد ۹، صفحہ ۱۲۱، مطبوعہ داس احیاء

التراث العربی، بیروت

۱۲..... علامہ عبدالعزیز پرہاروی، متوفی ۱۲۳۹ھ، النبراس، صفحہ ۱۷۳-۱۷۴، مطبوعہ شاہ عبدالحق

اکیڈمی، بندیال

۱۳..... ایضاً، نبراس، صفحہ ۱۷۲-۱۷۳

۱۴..... علامہ سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، جلد ۹، صفحہ ۱۲۱، مطبوعہ داس احیاء

التراث العربی، بیروت



958 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اور خوف و حزن سے مامون و محفوظ رہتے ہیں۔

ولی اپنے دل کو حق تعالیٰ کی دوستی کے لیے فارغ کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر اسے دنیا و عقبیٰ میں کسی چیز سے قرا نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ سے ان کی محبت و عقیدت کمال درجے کی ہوتی ہے، اس لیے ان کی گفتگو ہو یا خاموشی پُر تا شیر ہوتی ہے۔ علم کے سرچشمے ان کے سینوں سے پھوٹتے ہیں اور وہ شریعت مصطفویٰ کی حقیقتوں سے باخبر ہوتے ہیں۔ وہ مجسم، پیکر اخلاق اور روح اسلام کا زندہ مظہر، اپنے ایمان و یقین کے لحاظ سے ایسے بزرگ خواص امت میں سے ہوتے ہیں اور ہر خفے اور ہر دور میں ہوتے ہیں۔ روح اسلام کو اکناف عالم تک پہنچانے میں انہوں نے تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے۔

سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اولیاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔ اولیاء اللہ کا وجود برہان نبویہ کے اظہار کے لیے ضروری ہے۔ پیغمبر معجزے سے اپنی نبوت ثابت کرتا ہے اور ولی کر امت سے اس کی نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ معجزے میں اظہار ہوتا ہے اور کرامت میں انخفاء۔ نبی پیدا ہی نبی ہوتا ہے اور معصوم ہوتا ہے۔ ولی درجہ ولایت فضل الہی سے حاصل کرتا ہے، لیکن نصرت خداوندی سے وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ولایت وہ فیضان اسرار تو حید ہے جو سرور کائنات ﷺ مقام لی مع اللہ میں بلا وساطت جبرئیل براہ راست حق تعالیٰ سے اخذ فرماتے ہیں اور پھر آپ ﷺ کی امت کے ولی انوار ولایت کا استفاضہ آپ کے فیضان سے کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا:

”میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ہر کسی کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے

بدلے میں اس کو میری زیارت ہو جائے“۔۔۔ [صحیح مسلم و مسند امام احمد]

ان کی محبت ان دیکھی ہوگی اور ان دیکھی محبت کی بارگاہ رسالت میں بڑی قدر ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایسے عاشق صادق بھی ہوں گے جو کہ اہل و عیال اور مال و دولت کے ذخائر کے بدلے آپ ﷺ کے دیدار کے تمنائی ہوں گے۔ اس کا ثبوت اولیاء اللہ کے حیات طیبات ہیں، جن کے شب و روز اللہ و رسول کی فرمانبرداری اور محبت میں بسر ہوتے ہیں۔ دن کو مخلوق خدا کی خدمت اور رات ذکر اذکار اور شوق ملاقات میں گزرتی ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۳۸، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

959 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
اللہ تعالیٰ کے بعض محبوب بندے پیدائشی ولی ہوتے ہیں جب کہ بعض بندوں کو تقویٰ، مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ولایت کا منصب تفویض کیا جاتا ہے اور بعض کو کسی ولی کامل کی نگاہ کرم سے مرتبہ ولایت عطا کر دیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے جبریل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ تو جبریل بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اے اہل آسمان! اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پھر سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس نیک بندے کی مقبولیت کا چرچا ہونے لگتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح جس کو اللہ ناپسند فرماتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بھی اسے ناپسند کرنے کا حکم ملتا ہے۔ پھر جبریل آسمان میں اس کے مغوض اور ناپسند ہونے کی منادی کرتے ہیں، آسمان والے اس سے بغض کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کے متعلق نفرت و بغض کا جذبہ بڑھنے لگتا ہے۔

ولی کی علامت یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ حضور نبی رحمت ﷺ سے پوچھا گیا:

مَنْ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ ”اولیاء اللہ کون ہیں؟“ فرمایا: الَّذِينَ إِذَا مَرُّوْا ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ”وہ لوگ جن کے دیدار سے خدا یاد آجائے“۔ ان کا دل ایک ایسا آئینہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا عکس پڑ رہا ہے۔ جب کوئی شے ایسے آئینہ کے سامنے رکھی جائے جس پر سورج کی شعائیں پڑ رہی ہوں تو وہ بھی روشن اور چمک دار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

جب میں کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالْتَوَاقُلِ حَتَّى أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ۔۔۔

بندہ نفلی عبادت سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔۔۔ [صحیح بخاری، مشکوٰۃ]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث قدسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب اللہ کے جلال کا نور بندے کے کان بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کی بات سن لیتا ہے اور جب یہی نور بندے کی آنکھ بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کو دیکھ لیتا ہے۔“ [تفسیر کبیر]

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ایمان دوزانو بیٹھتا ہے تو اس سے دھوکہ مت کھانا، جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ فرض، واجب، مکروہ اور محافظت حدود اور آداب شریعت میں کیسا ہے؟ طریقت کا اہم مقام مرتبہ احسان کا حصول ہے، اس سے بھی اعلیٰ قرب الہی کی وہ منزل ہے، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید، ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن ان کے قرب الہی کی وجہ سے رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمیں بتائیے وہ کون ہیں، ان کے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں۔ فرمایا، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور انہیں نور کے ممبروں پر بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے، لیکن انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَّلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ --- [بحوالہ ضیاء القرآن]

ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا اور ہمیں مزارات پر غیر شرعی رسوم سے کامل اجتناب کرنا چاہیے۔ قرآن پاک کی تلاوت، ذکر الہی، درود پاک کا ورد اور نوافل کی ادائیگی کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔ صدق مقال اور رزق حلال ہمارا شیوہ حیات ہو نیز مخلوق خدا کی خدمت ہمارا شعار ہو، تب ہی ہم اولیاء اللہ کے حقیقی پیروکار اور سچے عقیدت مند کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں: تشریفی اولیاء اور تلوینی اولیاء

وہ مفتی صالح مسلمان جنہیں قرب الہی حاصل ہو، تشریفی اولیاء کہلاتے ہیں۔

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۴۰، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

تلوینی اولیاء وہ مقرب بندے جو اہل خدمات ہوں، مثلاً غوث، قطب، ابدال، ابرار اور نقیب دنیا اولیاء کرام سے کبھی خالی نہیں رہی، ان میں سے چار ہزار تو ایسے ہیں جو دنیا میں رہ کر بھی

دنیا والوں کی نگاہ سے اوجھل رہتے ہیں، بلکہ اپنے مقام سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ باقی اہل خدمات ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خود ان کا انتخاب کرتی ہے، کیوں کہ وہ مشیت الہی کے تحت کام کرتے ہیں، ایک دنیا میں سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے، اس طرح تلوینی نظام کے ارکان کی تعداد پوری رہتی ہے۔ تقدیر ایک راز ہے جس سے یا تو عارفوں کے قلوب کو مطلع کیا جاتا ہے یا پھر ان لوگوں کو اس راز میں شریک کیا جاتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر کام کرتے ہیں۔

ابدالوں کے قلوب میں مخلوق خدا کی ہمدردی اس قدر ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ان کی بھلائی اور بہتری کی خاطر مصروف کار رہتے ہیں اور ان کے لیے نہایت دل سوزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ ان کے مدارج عموماً کچھ یوں ہیں:

اخیر	۳۰۰	ابدال	۴۰	ابرار	۷
اتاد	۴	نقباء	۳	قطب یا غوث	۱

قطب کا درجہ سب سے بڑا اور غوث کا درجہ اس سے بھی اونچا ہوتا ہے۔ غوث عموماً بڑے شہر میں رہتا ہے اور طویل عمر پاتا ہے۔ اتاد کی تعداد چار بتائی جاتی ہے، یہ قیام امن اور نظم عالم کی حفاظت کے لیے گویا میخوں کی مانند ہیں، جو دنیا کے چار کونوں میں رہ کر توازن برقرار رکھتے ہیں۔

جب کسی ولی اللہ کے مزار پر حاضر ہوں تو با وضو ہو کر پہلے اجازت طلب کریں اور پھر سلام پیش کر کے زائر اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے پیش کرے، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و مکرم ہے کہ اے اللہ! اس بندے کی برکت سے جس پر تو نے انعام و اکرام فرمایا ہے، میری حاجت پوری فرما۔ یا صاحب مزار کو مخاطب کر کے کہے کہ اے اللہ کے ولی، اے خدا کے مقرب بندے! میری سفارش کیجیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ دونوں صورتوں میں حقیقی قدرت والا، دینے والا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی منع حقیقی ہے اور اللہ ہر چیز کا مالک اور خالق ہے۔



کشف المحجوب کی حکایات

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

حضرت داتا گنج بخش (ابوالحسن علی الہوری) رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ ولی اللہ اور شیخ طریقت تھے۔ آپ نے لاہور کے قیام کے دوران دینی اور روحانی علوم سے لوگوں کو حصہ دیا اور بے پناہ مخلوق کو فیض بخشا۔ آپ کی کتاب کشف المحجوب اسرار الہیہ کا ایک بے بہا خزینہ ہے، اس کتاب کے صفحہ صفحہ پر تصوف کے معارف پھیلے ہوئے ہیں، جو سالکان طریقت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضرت مصنف ان اسرار و رموز کو ذہن نشین کراتے وقت بعض عمدہ حکایات بیان کرتے جاتے ہیں اور بہت سے چشم دید واقعات سامنے لاتے جاتے ہیں۔ بزرگان دین کی مجالس میں حاضر ہونے کے واقعات بیان کرتے ہیں، پھر اولیاء اللہ کی وہ حکایات بیان کرتے جاتے ہیں جن سے قلب و جگر کو روشنی میسر آتی ہے۔

آپ نے خراسان کے تین سوساٹھ اولیاء اللہ سے ملاقات کی تھی، ہر ولی اللہ ایک جہان ولایت کا رہنما تھا، آپ کے زمانہ میں خراسان ”جہان اولیاء“ تھا، ہر قصبہ اور قریہ اولیاء اللہ کے فیضان سے معمور تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، غزنی سے اٹھے، سارے خراسان، ایران بلکہ عرب و عجم کے بزرگان دین کی مجالس میں حاضری دیتے گئے۔ اس کتاب سے ہم آپ کی زندگی کے

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿۴۲﴾ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

روحانی واقعات بیان کر رہے ہیں۔۔۔ ہم ان اولیاء اللہ کی مجالس کا ذکر کر رہے ہیں جن میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوتے تھے، پھر انہیں اپنی کتاب میں نقل کرتے رہے۔۔۔ ہم ان بزرگان دین کے واقعات بیان کر رہے ہیں جو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ بزرگان دین تھے۔۔۔ ان حکایات کو پڑھنے کے بعد ہر قاری محسوس کرے گا کہ وہ ”کشف المحجوب“ کے مصنف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چل کر اولیاء اللہ کی محافل میں حاضری دے رہا ہے اور ان سے فیض یاب ہو رہا ہے۔۔۔

اللہ کی رضا کے لیے عجز و انکسار ضروری ہے

حضرت ابوالقاسم بن علی گرگانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے قطب زمانہ تھے اور یگانہ روزگار تھے۔۔۔ وہ ہر آنے والے شخص کے دل کے حالات معلوم کر لیتے تھے اور سوال کرنے سے پہلے ہی جواب دے دیا کرتے تھے۔۔۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک دن آپ کی مجالس میں حاضر ہوئے اور اپنے دل میں بعض سوالات اور احوال کے متعلق جاننا چاہتے تھے اور آپ سے ان کا حل دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔۔۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کے عالم میں محسوس کر رہا تھا کہ میرے سوالات کا جواب کون دے سکتا ہے، مگر آپ نے مجھے نہایت ہی شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور بے پناہ عجز و انکسار سے گفتگو کرنے لگے۔۔۔ مجھے فرمانے لگے، میٹا! میری یہ عجز و انکساری تمہارے لیے نہیں، میں تو اللہ جل جلالہ کی رضا کے لیے اس کے بندوں سے بات کرتا ہوں۔۔۔ میں آپ کے اس حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوا کہ مجھے پسینہ آنے لگا، پھر آپ نے میرے دل کے تمام سوالات اور خدشات کو ایک ایک کر کے بیان فرمایا اور ہر ایک کا حل بیان فرمایا۔۔۔ مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی اور میں مطمئن ہو کر مجلس سے واپس آ گیا۔۔۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اولیاء اللہ کو اتنی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ وہ دلوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، ان کی قلبی اور ذہنی مشکلات کو حل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، ان کی دینی رہنمائی کے لیے تصرف فرماتے ہیں اور ان کے دنیاوی معاملات میں بھی آسانیاں بخشتے ہیں۔۔۔

فرغانہ کے اوتاد سے ملاقات

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک سفر کے واقعات لکھتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار روس کی سرحدوں کے اندر فرغانہ میں جانے کا اتفاق ہوا، فرغانہ میں ایک گاؤں تھا، جس کا نام ”سلانگ“ تھا، اس میں ایک بزرگ ”باب“ نامی رہتے تھے۔۔۔ یہ بزرگ اپنے زمانہ کے ”اوتاد“ میں سے تھے، مجھے ان کی زیارت کا شوق ہوا تو غزنی سے چل کر منزل بہ منزل وہاں پہنچا، آپ کی زیارت کی۔۔۔ آپ نے پوچھا:

میں نے عرض کیا:

”حضرت آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں“ ---

فرمایا:

”بیٹا! جس دن سے تم غزنی سے روانہ ہوئے تھے، میں تو اسی دن سے تمہیں

دیکھ رہا تھا“ ---

آپ نے باتیں کرتے ہوئے ایک بوڑھی عورت فاطمہ نامی کو آواز دی کہ مہمان کے لیے کچھ لاؤ، وہ بی بی ایک طباق لے کر آئی، جس میں انگور تھے اور تازہ کھجوریں تھیں --- میں حیران رہ گیا کہ انگور کا موسم نہیں اور کھجوریں اس ملک میں ہوتی نہیں، یہ دونوں چیزیں کہاں سے آگئیں؟ --- جب میں نے دونوں چیزیں کھائیں تو میرے دل و دماغ میں روشنی پیدا ہوئی اور بہت سے اسرار کھل گئے ---

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے لیے دور و نزدیک کی کوئی حیثیت نہیں، وہ ایک نگاہ سے مشرق و مغرب کو دیکھ لیتے ہیں، دنیا والوں کے معاملات کو معلوم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں --- فرغانہ میں بیٹھے ہوئے یہ بزرگ غزنی سے روانہ ہونے والے نوجوان کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے قلبی حالات پر نگاہ رکھتے ہوئے ان سے ملاقات کے وقت فرماتے ہیں:

”بیٹا! تم جس دن سے غزنی سے چلے تھے، اس دن سے میری نگاہ میں تھے،

آئندہ کے لیے جب میری ملاقات کرنا چاہو، وہاں ہی سے نظریں اٹھا کر دیکھ لیا کرو“ ---

حبشی غلام کا ایثار

حضرت جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے عزیز صحابی تھے، آپ حبشہ کے مہاجرین کے امیر تھے --- مدینہ منورہ واپس آئے تو ”جنگ موتہ“ میں شریک ہوئے اور اسی معرکہ میں شہید ہوئے --- آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ (بن جعفر طیار) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سفر کے دوران ایک لق و دق بیابان میں سے گزر رہا تھا، مجھے ایک چھوٹی سی چراگاہ میں ایک حبشی غلام بکریاں چراتے ہوئے ملا، میں اس کے پاس بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ بیابان میں ایک کتا آیا اور اس غلام کے پاس بیٹھ گیا، غلام نے اس کے سامنے ایک روٹی ڈالی، وہ روٹی کھا کر دم ہلانے لگا اور مزید مانگنے لگا، اس نے دوسری روٹی بھی ڈال دی، وہ بھی کھا گیا، پھر تیسری کے لیے دم ہلانے لگا، حبشی نے تیسری بھی ڈال دی --- حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حبشی غلام سے پوچھا:

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۴۴، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اس نے بتایا:

”تین روٹیاں لاتا ہوں اور کھالیتا ہوں“ ---

آپ نے کہا:

”اب تینوں روٹیاں تم نے کتنے کو کھلا دیں، آپ کیا کھاؤ گے؟“ ---

غلام نے بتایا:

”اس جنگل میں کتنے نہیں آتے، جس جگہ میں بکریاں چراتا ہوں، یہاں کون آتا ہے،

یہ بے چارہ خدا معلوم کتنی دور سے آ گیا ہے، بھوکا تھا اور بڑی امید لے کر دور سے آیا تھا،

میں نے گوارا نہ کیا کہ اپنے لیے روٹیاں محفوظ رکھوں اور اس طلب گار کو محروم کر دوں“ ---

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ غلام کی بات سے بڑے خوش ہوئے اور اس کے ایثار پر بڑے حیران ہوئے ---

آپ نے بکریوں کے مالک کو بلایا، ساری بکریاں خرید لیں، حبشی غلام کو بھی خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا ---

ساری چراگاہ خرید لی اور اس حبشی غلام کو کہا کہ آج سے تم آزاد ہو، یہ ساری بکریاں تمہاری ہیں،

ساری چراگاہ تمہاری ہے --- غلام نے ایک نظر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، شکریہ ادا کیا اور

ساری بکریاں غریبوں میں صدقہ کر دیں اور چراگاہ وقف کر کے چلتا بنا ---

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کتنا ایثار سکھا دیا تھا، ان کے سامنے دنیا کا

مال و منال کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا --- اللہ جل جلالہ کی راہ میں مال دینے پر آتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کی طرح نصف گھر قربان کر دیتے، پھر اور آگے بڑھتے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر

عمل کر کے سب کچھ لٹا دیتے اور کہتے:

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

حضرت جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کو دیکھیے، ایک حبشی غلام کو چراگاہ لے کر دے دی، اسے

آزادی دے دی، اس کی ساری بکریاں اسے عنایت کر دیں --- یہ بھی وہ تربیت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان لوگوں کو دی تھی --- پھر اس حبشی غلام کو دیکھیے کہ سب کچھ لینے کے بعد بکریاں غریبوں میں تقسیم کر دیں،

چراگاہ وقف کر دی اور خود آزادی کا پروانہ لے کر ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگا ---

الہام اور وسوسہ میں فرق

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے بلند پایہ ولی اللہ تھے، آپ کو ”سلطان الاولیاء“

کا خطاب حاصل تھا، آپ لوگوں کے دلوں کے احوال سے اس طرح واقف تھے جیسے ہلی ہوئی

کتاب ہو --- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کے روحانی کمالات کو بڑی عقیدت سے

966 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 بیان کرتے تھے۔۔۔ آپ نے ”کشف المحجوب“ میں حضرت خواجہ ابوالخیر ابوسعید کا ایک واقعہ
 لکھا ہے کہ ایک بار آپ ایک قافلے کے ساتھ نیشاپور سے طوس جا رہے تھے، راستہ میں ایک
 برفانی وادی آئی، ان برفانی راستوں سے گزرتے ہوئے حضرت خواجہ ابوسعید کے پاؤں پھٹ گئے،
 خون بہنے لگا اور آپ بڑی تکلیف سے سفر کر رہے تھے۔۔۔ اسی قافلہ میں آپ کا ایک عقیدت مند
 تاجر بھی تھا، اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں اپنے پشیمنے کی چادر کو پھاڑ کر حضرت کے
 پاؤں کو لپیٹ دوں، پھر اسے خیال آیا کہ اتنی قیمتی چادر کو پھاڑنا اچھا نہیں۔۔۔ خیر قافلہ منزل مقصود
 تک پہنچا، حضرت خواجہ ابوسعید کی مجلس گئی تو وہ امیر تاجر بھی حاضر ہوا، اس نے پوچھا:
 ”حضرت! ”الہام“ اور ”شیطانی وسوسہ“ میں کیا فرق ہے؟“۔۔۔

آپ نے فرمایا:

”الہام وہ تھا جس نے تجھے چادر پھاڑ کر پاؤں پر لپیٹنے پر آمادہ کیا تھا اور
 شیطانی وسوسہ وہ ہے جس نے تمہاری قیمتی شال کو بچالیا“۔۔۔

ہم دنیا دار لوگ مال و دولت سے بڑا پیار کرتے ہیں، کبھی اللہ ﷻ کی راہ میں کچھ دینا بھی چاہیں
 تو بار بار سوچتے ہیں، عقل سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں، رک رک کر دیتے ہیں، یہی بات ہے
 کہ شیطان کے وسوسے انسان کو نیکی سے روکتے رہتے ہیں اور وہ اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنے
 سے پہلے بار بار سوچتا ہے، شیطان سے مشورہ لیتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے الہامی انعامات سے
 محروم رہ جاتا ہے۔۔۔

جان نثار درویشوں کا قافلہ

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے ”کشف المحجوب“ میں ایک واقعہ لکھا ہے، جو ایثار کی
 عمدہ مثال ہے۔۔۔ درویشوں کی ایک جماعت صحرا سے گزر رہی تھی، پیاس نے انہیں بے حال کر دیا،
 ان کے پاس پانی کا صرف ایک پیالہ تھا۔۔۔ ایک درویش پانی کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے پینے لگا
 تو آواز آئی ”ہائے پانی“، اس نے دوسرے کو پیالہ دے دیا اور خود پیاس سے نڈھال ہو کر ہلاک ہو گیا،
 دوسرے نے ابھی ایک گھونٹ نہ پیا تھا کہ آواز آئی ”ہائے پانی“، اس نے اسے دے دیا اور خود
 موت کی وادی میں چلا گیا، اسی طرح بیس درویش خود پانی پینے کی بجائے دوسروں کو دیتے گئے،
 آخری درویش کے پاس پیالہ آیا تو اس نے پانی پی کر اپنی جان بچالی، لوگوں نے اسے برا بھلا کہا
 تو اس نے کہا:

”سب درویشوں نے ایثار سے کام لیا اور اپنی جان کی پروا نہ کی، دوسروں کو

دیتے گئے، میں آخری آدمی تھا، اب دوسرا کوئی پینے والا نہ تھا، اگر میں بھی جان نہ بچاتا

ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیرپور شریف ۴۶، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 967
 تو یہ خودکشی ہوئی، جو شریعت میں قطعاً جائز نہیں، سب درویشوں نے ایثار کیا، میں نے
 شریعت پر عمل کیا، کیوں کہ شریعت میں بلا وجہ جان دینا حرام ہے۔۔۔

اپنی خواہش کو دوسروں پر قربان کر دیا

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ
 فرماتے ہیں کہ آپ کو ایک دن مچھلی کھانے کا شوق آیا، مچھلی تلاش کی گئی، مگر سارے مدینہ میں مچھلی
 کہیں سے نہ ملی، مگر مچھلی کھانے کی طلب انہیں بار بار ستاتی تھی۔۔۔ ان کے ایک دوست کہیں سے
 ایک مچھلی لے آئے، اسے تیار کیا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو کھانے کے لیے پیش کی۔۔۔
 آپ مچھلی کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے، بھوک نے آپ کی آتش شوق کو اور تیز کر دیا، اسی دوران
 دروازے پر دستک ہوئی، ایک سائل نے بھوک کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا، آپ نے ساری مچھلی
 اٹھا کر سائل کو دے دی۔۔۔ آپ کے دوست ابورافع نے عرض کی:

”حضرت آپ نے یہ کیا کیا؟۔۔۔ میں سائل کو کوئی اور چیز کھلا دیتا، آپ نے

مچھلی اٹھا کر اس کو دے دی، حالانکہ آپ کو مچھلی کھانے کا بے حد شوق تھا“۔۔۔

آپ نے فرمایا:

”مچھلی میری انتہائی خواہش پر تیار کی گئی، مگر سائل کے سوال کے بعد اس کا کھانا

مجھ پر حرام ہو گیا تھا، اپنی خواہش کو قربان کر دینا ہی ایثار ہے“۔۔۔

جب یہ واقعہ حضور نبی کریم ﷺ کی محفل میں سنایا گیا تو آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے، فرمایا:

”جس آدمی کے دل میں کسی چیز کی خواہش زور پکڑے اور وہ چیز مل جائے،

وہ اسے اللہ ﷻ کی راہ میں دے دے اور اپنا ہاتھ کھینچ لے، اللہ تعالیٰ ﷻ اسے

اس ایثار کے بدلے بخش دے گا“۔۔۔

حضرت داتا گنج بخش اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن میں
 اپنے پیر و مرشد حضرت ابوالفضل خلیفی رحمہ اللہ کو وضو کرا رہا تھا، میں آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا جاتا تھا
 اور وہ وضو کرتے جاتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی مرضی سے ہی
 ہر ایک کو بخشا ہے اور جسے چاہے گا سزا دے، پھر یہ خدمات، عبادات، یہ نماز، روزہ ان سارے
 تکلفات زندگی کی کیا ضرورت ہے؟۔۔۔ میرے ان خیالات کو میرے پیر و مرشد نے
 محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

”بیٹا! بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے فیصلے اٹل ہیں، اسی کے حکم سے ہی

سب کچھ ہوتا ہے، میں نے تمہارے دل کے خیالات جان لیے ہیں، یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ﷺ جب کسی پر مہربانی فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ ﷺ کسی بندے کو تاج و تخت کا مالک بنانا چاہتا ہے، تو پہلے اسے توبہ کی توفیق دیتا ہے، اسے نیک کاموں میں لگا دیتا ہے، اسے اپنے بندوں کی خدمت کا جذبہ عطا کر دیتا ہے، اسے اپنے محبوبوں کی خدمات سر انجام دینے پر آمادہ کر دیتا ہے، یہ تمام چیزیں اسی کی ترقی اور سر بلندی کا سبب بن جاتی ہیں۔۔۔۔۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ اپنے پیرومرشد کی زبانی یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کی جدوجہد، دوسرے انسانوں کی خدمت، عوام کی بھلائی، ایسے اسباب ہیں جو اسے بلندیوں پر پہنچاتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کی تمام کوششیں اور محنتیں اس کی ترقی کا زینہ بنتی ہیں اور یہ بات بھی اللہ ﷻ ہی کے حکم اور ارادے سے ہوتی ہے۔۔۔۔۔

لوگوں کو معاف کر دینا

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ اپنی زندگی کا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں کہ جن دنوں میرے پیرومرشد حضرت ابوالفضل خلی کا انتقال ہوا تو میں آپ کے پاس موجود تھا، وہ اپنے گھر دمشق کے ایک گاؤں ”بیت الجن“ میں تشریف فرما تھے، آپ کا سرمبارک میرے آغوش میں تھا، میں ان دنوں اپنے ایک دوست سے سخت ناراض تھا اور اس کے متعلق سوچ رہا تھا، آپ نے فرمایا:

”بیٹا! میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے پیدا کیا ہے، اس کا کوئی کام غلط نہیں ہے، ہر چیز اس کے حکم سے بنی ہے اور قائم ہے، یاد رکھو! اس کی کوئی چیز ناقص نہیں، بندہ کو اس کی کسی مخلوق سے ناراض نہیں ہونا چاہیے اور اپنے دل میں رنج و ملال نہیں رکھنا چاہیے۔۔۔۔۔“

میرے پیرومرشد یہ باتیں کرتے کرتے ہم سے جدا ہو گئے۔۔۔۔۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے انسانی فطرت کی تبدیلی کے لیے ایک عمدہ حکایت بیان کی ہے اور اپنے پیرومرشد کے آخری پیغام کو لوگوں تک پہنچایا ہے، لوگوں کو معاف کر دینا، ان کی غلطیوں سے درگزر کرنا اور نظر انداز کر دینا، ان کی زیادتیوں کو برداشت کرنا، اللہ ﷻ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، اس سے اللہ ﷻ خوش ہوتا ہے، اس کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور خود انسان ان نفرتوں کی آگ سے محفوظ رہتا ہے، جو دوسروں نے جلائی ہوتی ہے۔۔۔۔۔

نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ میرے استاذ تھے، وہ اپنے وقت کے اہل علم میں نامور عالم دین تھے،

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿ ۲۸ ﴾ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اہل طریقت کے امام تھے۔۔۔ آپ کی گفتگو اسرار الہی کا سرچشمہ تھی، ان کی محققانہ اور عارفانہ تصانیف روحانیت کی راہیں روشن کرتی تھیں۔۔۔ آپ کی زبان دنیا کی لغویات سے ہمیشہ محفوظ رہی، ایک دن میرے دل میں کچھ سوالات پیدا ہوئے، جس کا حل میرے پاس نہ تھا، میں بڑی مشکلات میں پھنسا تھا، مختلف کتابوں سے حل تلاش کیا، مگر ناکام رہا۔۔۔ میں حضرت ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ اپنے مسائل کا حل تلاش کر سکوں، میں ان کے پاس پہنچا، وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، میں قریب گیا تو آپ مسجد کے ایک ستون کو مخاطب کر کے باتیں کر رہے تھے۔۔۔ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرے ہر سوال کا جواب دے رہے تھے۔۔۔ آپ کی گفتگو نے میرے تمام مسائل کا حل پیش کر دیا اور میرے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے۔۔۔۔۔

اولیاء اللہ کی صحبت انسان کے قلبی اور ذہنی بوجھ کو ہلکا کرتی ہے، بعض اوقات سوال کیے بغیر جوابات مل جاتے ہیں، بعض اوقات اولیاء اللہ مخاطب کسی اور کو کرتے ہیں مگر ہمنامی آپ کی کرتے جاتے ہیں۔۔۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں قیل و قال کے بغیر ہی بہت سی مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ اولیاء اللہ کے دیدار سے ہزاروں مصائب دور ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی ایک نگاہ سے ہی تقدیر بدل جاتی ہے۔۔۔۔۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہ مرد مؤمن سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں



حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میری زندگی کا ایک حصہ مختلف ممالک کو سفر کرتے گزرا، میں سفر پر جاتا تو اکثر علماء و صالحین کے پاس ٹھہرنے کی کوشش کرتا مگر بعض بزرگ لوگ میری دل دہی کی خاطر یا اپنے اثر و رسوخ کے اظہار کی خاطر کسی دنیا دار امیر آدمی کے گھر لے جاتے، یہ بات میری طبیعت کے خلاف تھی، مگر یہ لوگ مجھے جاہل، دنیا داروں اور جاگیرداروں کے گھروں میں لے جاتے۔۔۔ اگرچہ یہ بات مجھے بڑی گراں گزرتی تھی مگر میں ان کی دل جوئی کی خاطر چپ رہتا اور ان کے ساتھ چلا جاتا اور زبان سے کچھ نہ کہتا۔۔۔۔۔ مجھے ان علماء اور دوستوں کے اس رویے پر بڑا افسوس ہوتا کہ یہ حضرات بے ادب اور جاہل دولت مندوں کے پاس کیوں لے جاتے ہیں؟۔۔۔۔۔ اگر میرے پاس کوئی مہمان آتا تو میں کبھی اسے کسی دولت مند کے گھر نہ لے جاتا، ہاں صرف اسے فقراء اور اولیاء اللہ کی مجالس میں حاضر ہونے کی ترغیب دیتا۔۔۔۔۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دودریش دوستوں کو ساتھ لیے حضرت ابن العطاء رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے گیا، حضرت ابن العطاء مکہ مکرمہ کے مضافات کے

ایک گاؤں میں رہتے تھے، ہم نے طے کر لیا کہ ہم اپنی زندگی کا ایک ایک واقعہ یاد کر لیں اور حضرت کی خدمت میں بیان کیے بغیر اپنے دل میں رکھیں گے اور دیکھیں گے کہ حضرت کے کیا تاثرات ہیں۔۔۔ میں نے اپنے دل میں جمایا کہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے مشکل اشعار کی وضاحت کا حل ہو جائے تو کیا بات ہے۔۔۔ دوسرے درویش نے دل میں رکھا کہ میں تلی کا مریض ہوں، کئی علاج کرائے، شفا نہ ہوئی، اگر حضرت مجھے اس درد سے نجات دلا دیں تو بڑی بات ہوگی۔۔۔ تیسرے نے سوچا، آج مجھے ”صابونی حلوائے“ کی تمنا ہے، اگر حضرت کی مجلس میں ”صابونی حلوائے“ مل جائے تو بہت خوش ہوں گا۔۔۔

ہم تینوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، مجلس میں بیٹھے ہی تھے کہ حضرت نے مجھے چند کاغذات دیے، ان پر حضرت منصور حلاج کے چند اشعار کا ترجمہ تھا اور ان کی وضاحت تھی۔۔۔ دوسرے درویش کو پاس بلا کر اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا، اس کی تلی کا درد دور ہو گیا۔۔۔ تیسرے درویش کو دیکھ کر فرمایا:

”تم صابونی حلوائے کھاؤ، یہ دنیا داروں کی پسندیدہ غذا ہے، یاد رکھو! آئندہ درویشوں کے لباس میں تم جہاں بھی جاؤ، صرف ایک راستہ اختیار کیا کرو، عوام کے دسترخوانوں پر گزرا کرنا ہی اچھی بات نہیں، اہل اللہ کی صحبت سے صرف روحانی فیضان حاصل کرنا چاہیے۔۔۔“



حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی حضرت ابوذر غفاری اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما امت مسلمہ میں بڑے جلیل القدر افراد مانے جاتے ہیں۔۔۔ مدینہ پاک آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”تحریک مواخات“ کے دوران دونوں کو بھائی بھائی قرار دیا۔۔۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری، اصحاب صفہ رضی اللہ عنہما میں بھی صف اول میں تھے، ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکین صحابہ کے درمیان زندگی بسر کرنے کا ارادہ کیا اور تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالیا۔۔۔ ایک دن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، تو اہل خانہ نے آپ سے شکایت کی کہ آپ کے بھائی نہ دن کو کھانا کھاتے ہیں، نہ رات کو سوتے ہیں۔۔۔ آپ نے اہل خانہ کو کہا:

”کچھ کھانے کے لیے لاؤ۔۔۔“

کھانا آیا تو آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

”اگرچہ آپ کا روزہ ہے، مگر اپنے مہمان بھائی کی خاطر نفلی روزہ توڑ دو اور

میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔۔۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کی بات مان گئے، رات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

”آج رات آپ میرے کمرے میں سوئیں گے اور عشاء کی نماز سے تہجد تک

ساری رات سوتے رہیں گے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے جسم کا آپ پر

حق رکھا ہے، اسی طرح آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے، آپ کے رب کا آپ پر حق ہے،

ان حقوق کو بجالانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔۔۔“

دوسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ سنایا اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی باتیں بتائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے وہ الفاظ دہرائے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہے تھے کہ ”اِنَّ لِّجَسَدِكَ عَلَيَّكَ حَقًّا“۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔۔۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آغوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں ملک شام میں گیا، وہاں عاشق رسول اور مؤذن مسجد نبوی حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مزار پر رات گزاری۔۔۔ رات خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں، حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم باب البو شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔۔۔ میں فرط محبت سے بے تاب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑا اور قدموں کے بوسے لینے کے لیے آگے بڑھا۔۔۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک سفید ریش بزرگ کو آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔۔۔ میں حیرت زدہ ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بزرگ پر اتنی محبت اور شفقت فرما رہے ہیں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

”یہ تمہارے ہم وطن ہیں، تمہارے امام ابوحنیفہ ہیں۔۔۔“

صبح اٹھا تو طبیعت بڑی ہشاش بشاش تھی، میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ امام ابوحنیفہ کا اجتہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر قائم ہے، یہ اتباع کامل ہے۔۔۔ وہ حضور کے پیچھے نہیں جا رہے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں آغوش محبت میں لیے جا رہے ہیں۔۔۔ اس لیے آپ کے اجتہاد میں خطا کا امکان نہیں رہتا اور آپ جو فیصلہ کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کرتے ہیں۔۔۔

خلیفہ ہارون الرشید اولیاء اللہ کی مجالس میں

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے امام تھے، واصلین حق کے پیشوا تھے، وقت کے اولیاء کرام ان کے کمالات کے معترف تھے۔۔۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ عباسی ہارون الرشید حج کرنے گیا، حج سے فارغ ہوا تو اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا:

972 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 ”اگر یہاں کوئی مردانِ حق سے آیا ہوا ہو تو چلو اس کی زیارت کریں“۔۔۔

25

ابن ربیع نے کہا:

”ان دنوں حضرت عبد الرزاق صنعانی آئے ہوئے ہیں، جو بڑے ہی صاحب کمال بزرگ ہیں“۔۔۔

ہارون الرشید نے کہا:

”چلو! ان کی زیارت کریں“۔۔۔

خلیفہ آپ کی مجلس میں بیٹھے اور رخصت ہوتے وقت عرض کی:

”حضرت! آپ پر کچھ قرضہ ہو تو فرمائیں میں ادا کر دوں“۔۔۔

آپ نے بتایا، ہارون الرشید نے اپنے وزیر کو کہا، ان کا قرض ادا کر دیا جائے۔۔۔

واپس آئے تو ہارون الرشید نے کہا، میرا دل چاہتا ہے کسی اور بزرگ سے بھی ملاقات ہو۔۔۔

ابن ربیع کہنے لگا، ان دنوں یہاں سفیان بن عیینہ بھی مکہ میں قیام فرما ہیں۔۔۔ خلیفہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیر تک گفتگو رہی، جاتے وقت عرض کی:

”اگر آپ پر قرضہ ہو تو ادا کر دوں“۔۔۔

انہوں نے بتایا تو وزیر نے قرضہ ادا کر دیا۔۔۔

خلیفہ کہنے لگا ابھی دل نہیں بھرا، دل چاہتا ہے کہ کسی اور بزرگ کی بھی زیارت کی جائے۔۔۔

ابن ربیع نے کہا کہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، مگر وہ کم آمیز ہیں، ملاقات کا وقت کسی کو نہیں دیتے۔۔۔ خلیفہ ان کے ہاں جا پہنچا، آپ اس وقت اپنے حجرے کے

ایک کونے میں بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، دروازے پر دستک دی، آپ نے پوچھا:

”کون ہے؟“۔۔۔

بتایا گیا، خلیفہ ہارون الرشید ہیں۔۔۔ آپ نے فرمایا:

”مجھے ان سے کیا سروکار!“۔۔۔

خلیفہ نے کہا:

لَيْسَ لِعَبْدٍ اَنْ يَذِلَّ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ۔۔۔

”ایک بندے کو عبادت میں اتنا مخمور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ مغرور ہو جائے“۔۔۔

آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 973
 ”اِنَّ الرِّضَا فَعَزَّ عِنْدَ اَهْلِهِ۔۔۔

”اللہ ﷻ کی رضا تو اس کی بارگاہ میں دائمی عزت ہوتی ہے“۔۔۔

تم میری اس حالت کو تبر اور غرور کا نام دے رہے ہو۔۔۔ تاہم اپنے حجرے کا دروازہ کھول دیا، مگر چراغ گل کر دیا۔۔۔ خلیفہ اندر آیا تو مصافحہ کے لیے حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”کیا اتنا نرم و نازک، اتنا خوب صورت ہاتھ دوزخ کی آگ میں جلے گا؟۔۔۔

کاش! یہ ہاتھ اللہ ﷻ کے عذاب سے محفوظ رہتا“۔۔۔

ہارون الرشید رونے لگا، روتے روتے بے خود ہو گیا، جب ہوش میں آیا تو عرض کی:

”مجھے کوئی نصیحت فرمائیں“۔۔۔

آپ نے فرمایا:

”تمہارا باپ حضور نبی کریم ﷺ کا چچا تھا، انہوں نے حضور ﷺ سے

درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! مجھے میری قوم کا سردار بنادیں۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا،

میں تمہیں تمہاری جان کا سردار بنا رہا ہوں، اگر تم ایک سانس اللہ ﷻ کی راہ میں

اطاعت کرتے گزار دو، اس سے بہتر ہے کہ لوگ ہزار سال تک تمہاری رعایا بن کر رہیں

اور تمہاری فرماں برداری کریں۔۔۔ قیامت کے دن سرداری مصیبت ہوگی،

اطاعت ہی کام آئے گی“۔۔۔

ہارون الرشید نے عرض کی:

”کچھ اور نصیحت فرمائیں“۔۔۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خلافت پر فائز کیا تو آپ نے

اعیان اور وزراء کو بلایا اور کہا، لوگوں نے مجھے بہت بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے،

عوام کی خدمت کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے اور حکومت میرے لیے بلا اور مصیبت ہے“۔۔۔

آپ کو ایک بزرگ نے کہا: ”اگر قیامت کے دن نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو

بوڑھے مسلمانوں کا احترام کرو، جوانوں سے بھائیوں کا سا سلوک کرو، بچوں سے

شفقت کرو، عام مخلوق کے حقوق کا خیال رکھو اور ساری رعایا کو اپنی اولاد کا سا پیار دو،

سارا ملک تمہارا گھر ہے، آپ اس گھر کے سربراہ ہیں، یہ لوگ تمہارے اہل و عیال ہیں“۔۔۔

ہارون الرشید آپ کی باتیں سنتا رہا، بڑے غور سے آپ کو دیکھتا رہا۔۔۔ حضرت فضیل بن

”ہارون الرشید! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا چہرہ بڑا خوب صورت ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ تمہیں دوزخ میں نہ لے جائے۔۔۔ ہمیشہ اللہ ﷻ سے ڈرتے رہو، مخلوق کی خدمت کرو تا کہ یہ نازک چہرہ، یہ خوب صورت جسم دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔۔۔“

ہارون الرشید نے عرض کہ حضرت آپ پر کچھ قرض ہے؟۔۔۔ فرمایا:

”ہاں میں مقروض ہوں، لیکن ادا کرنے کے لیے ہر وقت فکر مند رہتا ہوں، یہ قرض میرے لیے اللہ ﷻ کی اطاعت اور فرماں برداری کا قرض ہے، ڈر ہے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں، ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں۔۔۔“

ہارون الرشید نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

”میرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کا قرضہ دینا ہو تو میں ادا کر دوں۔۔۔“

آپ نے فرمایا:

”مجھے اللہ ﷻ نے اپنے احسانات سے اتنا نوازا ہے کہ کسی سے قرض لینے کی نوبت نہیں آتی، مجھے کوئی شکایت نہیں، ہر ضرورت پوری کر دیتا ہے۔۔۔“

اس کے باوجود ہارون الرشید نے ایک ہزار اشرفی سے بھری ہوئی ٹھیلی آپ کے پاس رکھ دی اور عرض کی:

”اپنے مہمانوں پر اب اس سے خرچ کیا کریں۔۔۔“

آپ نے ہارون الرشید کو دیکھا اور فرمایا:

”معلوم ہوتا ہے کہ میری باتوں کا تم پر اثر نہیں ہوا، ابھی تک تم لین دین کے چکر سے نہیں نکلے، ظلم و ستم کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔۔۔“

ہارون الرشید نے کہا:

”میں نے آپ پر کوئی ظلم نہیں کیا۔۔۔“

آپ نے فرمایا:

”میں تمہیں نجات کا راستہ دکھاتا ہوں، تم مجھے اشرفیوں کی مصیبت میں ڈال رہے ہو، ایک بندے کے لیے یہی ظلم و ستم ہے۔۔۔“

ہارون الرشید نے ایک آہ بھری اور کہا:

”بادشاہ تو آپ لوگ ہی ہیں، جو اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گئے ہو۔۔۔“



شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا عیسیٰ

ڈاکٹر محمد حسین آزاد القادری

حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ نسباً قریشی الاسدی، مسلکاً حنفی اور مشرباً سہروردی تھے [۱] ۲۷/رمضان المبارک ۵۶۶ھ، جمعہ کی شب، بوقت صبح صادق ملتان کے نزدیکی قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ سو سال کی عمر پا کر بروز شنبہ ظہر اور عصر کے درمیان، ۶۶۶ھ میں وفات پا کر اپنی خانقاہ، واقع ملتان میں مدفون ہوئے [۲] آپ کی ولادت و وفات کی تواریخ میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم مذکورہ تواریخ آپ کے خلیفہ خاص سید جلال الدین بخاری سے بھی مروی ہیں، اس لیے انہی تاریخوں کو درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں سات قراءتوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کر لیا [۳] ۵۷۷ھ میں والد محترم حضرت وجیہ الدین محمد غوث وفات پا گئے۔ مقامی علماء سے اکتساب فیض کے بعد ملتان تشریف لائے۔ محلہ کڑہ کے مولانا عبد الرشید کرمانی سے چندا سبق پڑھے [۴] مزید علم کے حصول کے لیے بلخ و بخارا اور خراسان کا سفر اختیار کیا۔ سات برس تک خراسان کے علماء سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد بخارا کی راہ لی، یہاں تک کہ چار سو چالیس اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا [۵] بخارا میں آٹھ برس اس طرح گزارے کہ آپ کے ذوقِ علم اور اخلاقِ حمیدہ کو دیکھ کر اہل بخارا آپ کو ”بہاء الدین فرشتہ“ کے نام سے پکارنے لگے [۶] بخارا میں علمِ نحو،

علم الصّرف اور علم حدیث و تفسیر پر اس قدر توجہ دی کہ مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ روزانہ ستر مرموعہ علماء اور فقہاء استفادہ کرتے [۷] دن درس و تدریس میں گزارتا اور رات یاد الہی میں بسر ہو جاتی۔ عبادت و ریاضت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علمی کتب بھی جمع کرنا شروع کر دیں، یہاں تک کہ ان کی تعداد ۲۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ [۸]

بخارا کے بعد مکہ المکرمہ تشریف لے گئے۔ مناسک حج ادا کیے اور پھر علم سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ ۵ برس مدینۃ النبی میں بسر کیے۔ اس وقت کے محدث مولانا کمال الدین یمنی سے علم حدیث میں سند فضیلت حاصل کی [۹] اس کے بعد بیت المقدس کی زیارت کے لیے چلے گئے اور وہاں سے بغداد کی راہ لی۔ بغداد پہنچ کر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی صحبت اختیار کی۔ مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ ایک رات عالم خواب میں دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری ہوئی اور سر کا ردو عالم ﷺ کے حضور حضرت شہاب الدین سہروردی کو دست بستہ حاضری میں موجود پایا۔ اسی مکان میں جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، ایک ڈوری پر خرقہ لٹک رہے تھے۔ اس عالم میں آپ ﷺ نے حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمہ کو اپنی طرف بلایا۔ حضرت شہاب الدین سہروردی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ آں حضور ﷺ نے ڈوری پر لٹکتے ہوئے خرقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت سیدنا عمرؓ سے فرمایا کہ یہ خرقہ شیخ بہاء الدین زکریا کو پہنا دو۔ حضرت عمر نے حکم کی تعمیل کی اور حضرت بہاء الدین زکریا کا ہاتھ پکڑ کر آں حضور ﷺ کے قدمین شریفین میں ڈال دیا۔ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا کو اس مشاہدہ کے بعد یقین ہو گیا کہ انہیں بارگاہ شیخ الشیوخ سے خرقہ خلافت ضرور عطا ہوگا۔ صبح نمودار ہوئی تو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی نے آپ کو اپنے ہاں طلب فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ وہی مکان اور ڈوری پر لٹکتے خرقے ہیں جو گزشتہ شب عالم خواب میں دیکھ چکے ہیں۔ شیخ الشیوخ اٹھے اور وہی خرقہ ڈوری سے اتار کر آپ کو عطا فرمایا جو کہ عالم خواب میں حضرت سیدنا عمرؓ نے بحکم حضور ﷺ آپ کو پہنایا تھا۔ خرقہ عطا کرنے کے بعد فرمایا! میں فقط ان کے درمیان ایک واسطہ ہوں، جیسا کہ گزشتہ شب آپ خود مشاہدہ کر چکے ہیں [۱۰] حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ یہ نعمت عظمیٰ آپ نے صرف سترہ روز میں حاصل کی، حالاں کہ اور کئی درویش عرصہ دراز سے شیخ الشیوخ کی خدمت میں موجود تھے اور خرقہ خلافت کے امیدوار تھے۔ وہ درویش حضرت بہاء الدین زکریا کو خرقہ ملنے پر ناگواری محسوس کر رہے تھے کہ ہم ایک مدت سے خدمت میں موجود ہیں لیکن ایک ہندوستانی کو صرف سترہ روز میں خرقہ پہنا دیا گیا۔ یہ خبر جب حضرت شہاب الدین سہروردی تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

”اے درویشو! تم سب کی لکڑیاں لائے تھے اور کیلی لکڑی آگ دیر سے پکڑتی ہے، جب کہ بہاء الدین زکریا خشک لکڑیاں لایا تھا اور خشک لکڑی فوراً آگ پکڑتی ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ [۱۱]

حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے ساتھ شیخ جلال الدین تبریزی اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر بھی شیخ الشیوخ کی خدمت میں بیعت کے حصول کے لیے حاضر ہوئے، لیکن شیخ الشیوخ نے ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت بہاء الدین زکریا کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت دی۔ ایک عرصہ تک آپ شیخ الشیوخ کی خدمت میں رہے اور خرقہ خلافت پا کر بحکم شیخ الشیوخ ہندوستان روانہ ہوئے۔ [۱۲]

حضرت بابا فرید گنج شکر کے نزدیک آپ کو خلافت صرف تین دن میں عطا کر دی گئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ علوم معرفت اور کارِ عشق و محبت کی تکمیل کے بعد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو چوتھے روز آپ کو خرقہ، مصلہ، عصا اور نعلین عطا کر دی گئی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ہم نے آپ کو ملتان کی ولایت عطا کر دی۔ حاضر درویش سب حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ اس ہندوستانی کو صرف تین روز میں ولایت کے درجے پر فائز کر دیا گیا جب کہ ہم اتنے سالوں سے خدمت میں موجود ہیں۔ یہ بات جب شیخ الشیوخ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

”اے درویشو! بہاء الدین اپنا کام مکمل کر کے آیا تھا اور اپنے ساتھ خشک لکڑیاں لایا تھا جو تین روز میں ہی پھونک سے جل پڑیں، تمہارا ایندھن گیلا ہے، اسے عشق کی آگ لگانے میں وقت لگے گا۔“ [۱۳]

حضرت بابا فرید علیہ الرحمہ کے نزدیک خرقہ پوشی بہت کٹھن مرحلہ ہے، یہ صرف جواں مردوں کا شیوہ ہے۔ اس کے حصول میں صرف وہی کامیاب ہوتا ہے جو شیخ کی تربیت میں سلوک کی منازل حوصلہ مندی سے طے کرتا ہے۔ خرقہ پوشی فقط اسی کو روا ہے جو ہر دو عالم سے سلسلہ تعلقات منقطع کر لیتا ہے۔ خرقہ پوشی کے اصل حق دار مولانا بہاء الدین زکریا تھے، جنہوں نے علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کیا اور پھر مجاہدہ و ریاضت کے مراحل طے کرنے کے بعد اپنی مراد کو پہنچے۔ [۱۴]

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے درویشی کے ۷۰ ہزار علوم طے کر لیے تھے اور ان تمام پر اپنے عمل کو حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے تو عظمت عظیم کا بے حجاب مشاہدہ کرتے اور اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دیکھ لیتے اور فرماتے کہ درویشی کا مرتبہ اس سے بھی بلند تر ہے۔

خرقہ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد بحکم شیخ الشیوخ جانب ملتان روانہ ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ سید جلال الدین تبریزی بھی ہمراہ چل پڑے لیکن خوارزم پہنچ کر راہیں جدا ہو گئیں۔ نیشاپور میں شیخ فرید الدین عطار کی زیارت کی اور ان سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ شیخ بہاء الدین زکریا مختلف اسلامی ممالک کا سفر طے کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے پہاڑوں پر پہنچے اور وہاں ایک مقام پر کچھ عرصہ کے لیے خلوت نشیں ہوئے۔ وہ پہاڑ آپ کے نام سے منسوب ہو کر ”کوہ شیخ بہاء الدین“ کہلانے لگا اور امتدادِ زمانہ کے ساتھ یہ نام ”کوہ بدین“ مشہور ہو گیا۔ [۱۶]

داراشکوہ کہتے ہیں کہ بغداد سے مراجعت کے بعد آپ نے ملتان میں قیام فرمایا اور سالکین کی تربیت کے لیے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ خانقاہ میں طالبانِ حق کوسلوک کی منازل طے کراتے اور طالبانِ علم کو علم سکھاتے۔ خانقاہ میں آنے والے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلا تے۔ تھوڑے وقت میں آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور آپ کا حلقہ ارادت وسیع ہوتا چلا گیا [۱۷]

اولیاء کرام، مشائخ عظام اور وقت کے تبحر علماء کرام آپ کی خانقاہ کا رخ کرنے لگے۔ سالکین تصوف آپ کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا، سالکین اور طالبانِ حق کے حلقہ میں ”سفید باز“ کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو ان کے بازوؤں سے باندھ لیا، اس کی رسائی خدا تک ہو گئی۔ [۱۸]

اصلاح و ارشاد کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ درس گاہ ”مدرسہ بہائیہ“ کے نام سے شہرت اختیار کر گئی۔ مدرسہ میں قرآن وحدیث اور صرف و نحو کے اسباق پڑھائے جاتے۔ روزگار کے حصول کے لیے فنی تعلیم بھی دی جاتی۔ جلد سازی اور خطاطی پر خاص توجہ دی جاتی۔ علامہ متیق فکری کے بقول خط نستعلیق نے آپ کے عہد میں بہت عروج حاصل کیا کیوں کہ محمد بنی جیسے معروف خطاط مدرسہ بہائیہ میں طلباء کو خطاطی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ [۱۹]

حضرت بہاء الدین زکریا کا طریقہ یہ تھا کہ آپ مریدین اور معتقدین کی اصلاح و تربیت فرماتے، ان کے نفوس کے تزکیہ کے لیے انہیں مجاہدہ و ریاضت سے گزارتے اور جہالت و مادیت کو مٹانے کے لیے علم کو بطور ہتھیار استعمال کرتے۔ اسلام کی ترویج اور اشاعت کے لیے مبلغین و مصلحین تیار کرتے اور ان کی تربیت فرماتے، انہیں مختلف زبانوں کی تعلیم دیتے۔ آپ کی قائم کردہ اس درس گاہ میں براعظم ایشیاء کے کئی ممالک کے طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ درس گاہ ایک ”اقامت یونیورسٹی“ کا درجہ رکھتی تھی، جہاں مختلف ممالک کے طلباء زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے۔

فارغ التحصیل طلباء کو خاص طور پر تربیت دی جاتی، تاکہ وہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔ مبلغین کی تربیت کا ایک باقاعدہ شعبہ تھا، جہاں مختلف ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی تھیں تاکہ تبلیغ میں مشکل پیش نہ آئے۔ تبلیغی وفد عموماً چار یا پانچ افراد پر مشتمل ہوتا۔ ان وفد کے ہر فرد کو صبر و استقامت، حسن اخلاق اور تقویٰ و طہارت کی تعلیم دی جاتی۔ وہاں کے طرز معاشرت اور تہذیب و ثقافت سے آگاہ کیا جاتا، زبان سکھائی جاتی۔ زائرہ کے علاوہ تجارتی سامان بھی دیا جاتا۔ وفد میں شامل مبلغین اسلام کی اشاعت کے ساتھ تجارت بھی کرتے۔ ملتان کا سامان تجارت اس ملک میں فروخت کرتے، جہاں جاتے اور وہاں کا اپنے ملک لے آتے۔ اس طرح اسلام کی ترویج و اشاعت بھی ہوتی اور روزگار کے وسائل بھی میسر آتے۔ تمام ممالک سے تبلیغی وفد اپنی مکمل رپورٹ تیار کرتے اور واپسی پر یہ رپورٹ حضرت بہاء الدین زکریا کو پیش کر دی جاتی۔ [۲۰]

آپ کے اس طرزِ تذریس اور طریقِ تبلیغ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ”مدرسہ بہائیہ“ کی شہرت کو چار چاند لگا دیے۔ برصغیر کے علاوہ جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، فلپائن، خراسان اور چین تک کے طلباء کے لیے مدرسہ بہائیہ پر کشش بن گیا۔ اساتذہ کے لیے بہترین رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ طلباء کے لیے ہاسٹل بنایا گیا۔ اساتذہ اور طلباء کے قیام و طعام کا مکمل خرچہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا خود اٹھاتے [۲۱] اس درس گاہ کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ مبلغین کو تیر و تلوار، نیزہ بازی، گھڑسواری اور تیراکی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی تاکہ وہ ناگہانی صورت حال کا سامنا حوصلہ مندی سے کر سکیں۔ آپ کے منفرد حسنِ انتظام، طرزِ تبلیغ اور حسنِ تقریر کی بدولت خانقاہ مرجعِ خلافت بن گئی۔ مریدین و سالکین اور طلباء و طالبین کے علاوہ امراء و رؤسا اور عام و خاص، ہجوم در ہجوم آنے لگے۔ آپ کی دریا دلی اور علمی فضیلت نے حکمران وقت کے ایوانوں میں پچل مچادی۔ ملتان کی خانقاہ میں آپ خود وعظ فرماتے اور باہر کے ممالک میں اپنے خلفاء کو بھیجتے۔ کاٹھیاوار، دکن، پنجاب اور دہلی میں ”مدرسہ بہائیہ“ کے ہزاروں فارغ التحصیل طلباء وعظ و ارشاد کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ [۲۲]

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظ و نصیحت کا طریقہ کاریہ تھا کہ نماز ادا کرنے کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر تفسیر وحدیث پڑھاتے۔ اپنے اسباق کو بحرِ اشعار اور حکایات سے دل چسپ بناتے۔ وعظ و نصیحت کے لیے مناسب وقت منتخب کرتے۔ جب شہر کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو جاتے اور خانقاہ میں اکٹھے ہوتے تو آپ اس وقت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے اور برائی سے منع فرماتے، ان پر شفقت فرماتے، ان کے لیے خود دسترخوان بچھاتے اور کھانا ان کے ساتھ کھاتے۔ غریبوں، یتیموں، مسکینوں، ضرورت مندوں

980 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اور اقامتی طلباء کی ضروریات کو خاص طور پر پورا کرتے۔ ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کی مشکلات کو سنتے
اور ان کا ازالہ فرماتے۔ خانقاہ کا ہر سالک، ملتان کا ہر شہری اور مدرسہ کا ہر طالب علم یہ سمجھتا کہ
اس سے بڑھ کر ان کا مقرب اور ان کے ہاں معزز و محترم اور کوئی نہیں۔ مجلس میں جو غیر حاضر ہوتا
ان کے حال دریافت فرماتے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔
تعلقات کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے۔ جس کے ساتھ تعلق ہوتا، اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے
درگزر فرماتے۔ [۲۳]

جس عہد میں آپ نے وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا، وہ باطنیہ اور قرامطہ کے عروج کا دور تھا،
ان کے عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف تھے۔ جو لوگ قرامطہ اور اسماعیلیہ عقائد کے خلاف تھے،
ان کا خون بہانا وہ حق سمجھتے تھے۔ وہ ابتداء میں لوگوں کو اپنے عقائد کا حامی بناتے، اس کے بعد خفیہ
طور پر افرا تفری پھیلانے کی منصوبہ بندی کرتے، اس کے بعد حملہ کرتے اور اس علاقے، شہر یا
ملک پر اپنا قبضہ قائم کرتے۔ اپنے اسی منشور اور منصوبہ بندی سے کئی شہروں پر اپنا قبضہ جما چکے تھے۔
مصر، عراق، شام سمیت ملتان شہر بھی ان کے تسلط میں تھا۔ قرامطہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے
سادات کو استعمال کرتے تھے۔ جہاں سادات کے مقیم ہونے کا علم ہوتا، وہاں پہنچ جاتے اور
اپنی گردنیں اطاعت کے لیے جھکا دیتے۔ سندھ اور ملتان میں چوں کہ سادات کی کثیر تعداد
سکونت پذیر تھی، اس لیے قرامطہ نے سندھ اور ملتان کو بھی اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اپنی خفیہ تبلیغ
اور منصوبہ بندی سے ملتان میں اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا۔ محمود غزنوی نے ان پر کئی حملے کیے لیکن ان کا
زور نہ ٹوٹا، یہاں تک کہ 571ھ میں شہاب الدین غوری نے زوردار حملہ کر کے قرامطہ کی کمر توڑ ڈالی،
تاہم قرامطہ کا مکمل طور پر صفایا نہ ہو سکا۔ شہاب الدین غوری کے بعد سلطان قطب الدین ایبک
اور سلطان شمس الدین التمش بھی قرامطہ سے برسر پیکار رہے لیکن قرامطہ نے اپنا وجود برقرار رکھا۔
قطب الدین ایبک کے بعد ناصر الدین قباچہ نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ ان دنوں حضرت بہاء الدین زکریا
کی خانقاہ صوفیہ کرام اور مشائخ عظام کی آماج گاہ اور علم و ادب کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ اپنی علمی و
دینی، تبلیغی و روحانی سرگرمیوں اور فیوض و برکات کی وجہ سے برصغیر میں آپ کا دور ”خیر الاعصار“
کے نام سے شہرت پا چکا تھا۔ [۲۴]

امیر خور دکر مانی نے لکھا ہے کہ ملتان اپنی علمی اور ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے ”قبۃ الاسلام“
کہلاتا تھا اور عالم اسلام میں شہرت پا چکا تھا۔ مختلف ممالک کے علماء و مشائخ وہاں موجود تھے۔ [۲۵]
حضرت بہاء الدین زکریا نے اپنے وعظ و ارشاد اور تبلیغ سے نہ صرف یہ کہ قرامطہ کے اثرات
اور ان کے باطل عقائد کا زور توڑا بلکہ انہیں اپنے حلقہ نارات میں شامل کر کے مبلغ اسلام بنادیا۔

ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیر پور شریف ۶۰، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 981
جو کام محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلوار نہ کر سکی، وہ کام آپ کی اثر آفرین تبلیغ نے کر دیا۔
آپ نے اپنی روحانی تعلیمات اور دل نشیں ارشادات سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی سے
سرفراز کیا۔ آپ کا وجود سرزمین ملتان کے لیے بادِ بہاری کا ایک ایسا جھونکا ثابت ہوا جس نے
اہالیانِ ملتان کے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا۔ قرامطہ اور اسماعیلیہ فرقے کی تعلیمات کا اثر زائل کرنے
کے لیے فقہ و تصوف کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ جہالت اور مادہ پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے علم و
حکمت کا چراغ جلایا۔ اسلامی شعار اور نئی روایات کو زندہ کرنے کے لیے نظام خانقاہی کی حقیقی
روح کو اجاگر کیا۔ نوافل طوطی فلسفوں اور باطنی تاویلات کا رد پیش کیا۔ اسلام کی حقیقی فکر کی حفاظت
کے لیے مبلغین و مصلحین کی جماعتیں تشکیل دیں۔ مصادر دین اور حدیث و فقہ کی ترویج و اشاعت کا
باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔ تشلیک و الحاد اور شکوک و شبہات کی مسموم فضاء میں علمی طرزِ استدلال اپنا کر
لوگوں کے مضطرب قلوب کو سکون و اطمینان فراہم کیا۔ اضطراب عقائد کے اس دور میں ایسی
روحانی فضا قائم کی جس نے ایمان کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ جوالہ بنا دیا۔ خواجہ معین الدین
چشتی، جمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت سلطان تخی سرور اور
حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے اولیاء کرام کے ساتھ علمی و دینی مباحث اور تبلیغی
و اصلاحی مجالس منعقد کر کے اہالیانِ ملتان کے تن مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ اپنی انہی
مجالس اور تعلیمات کے ذریعے مخلوق خدا کو ضلالت و گمراہی کے پاتال سے نکالا، باطل کے خارجی
حملوں اور سیاسی انتشار سے محفوظ رکھا۔ ایسے دشمنوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا، جنہیں نیزہ
و تلوار کی طاقت زیر نہ کر سکی۔ مولانا نور احمد خان لکھتے ہیں:

”شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا نے جب دیکھا کہ حاکم ملتان کی
لا پرواہی کے سبب قرامطہ کی لمحہ نہ تعلیمات غیر شعوری طور پر عوام کے قلب و دماغ پر
چھا رہی ہیں تو انہوں نے قرامطہ کے اثر و نفوذ کو مٹانے اور نوع انسانی کو اسلام سے
متعارف کرانے کا باقاعدہ منصوبہ تیار کیا۔ قرامطہ کے ساتھ ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دی
اور ان کے قدیم مندر ”پرہلا دجی“ کے سامنے مسند ارشاد بچھائی۔ جو ہندو پوجا کے لیے
مندر آتے، آپ انہیں دعوتِ اسلام دیتے۔ آپ کی دعوت اور نورانی چہرے کا اثر ہوتا
کہ وہ بلا تامل کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے اور کہتے کہ آپ متش نہیں
بلکہ بھگوان کے اوتار ہیں، جو دھرم آپ کا ہے وہی ہمارا ہوا۔“ [۲۶]

ہندوؤں کے اس قدیم مندر کے سامنے اپنی خانقاہ قائم کر کے اشاعتِ اسلام کا آغاز کیا،
خانقاہ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا، ایک شعبہ میں مسند علم بچھائی۔ قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے

982 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 شعبے کے ساتھ ٹیکنالوجی کا شعبہ بھی قائم کیا۔ خانقاہ میں آنے والوں کو سب سے پہلے علم کے زیور سے
 آراستہ کرتے۔ انہیں قرآن وحدیث، شریعت وطریقت اور تبلیغ کے آداب سکھاتے۔ مختلف
 ممالک کی زبانوں کی تعلیم دیتے، اس شعبہ میں علماء پیدا کرتے۔ اس شعبے کے فارغ التحصیل علماء کو
 خانقاہ کے دوسرے شعبے میں تربیت دی جاتی۔ انہیں مجاہدہ و ریاضت اور آداب تبلیغ سکھائے جاتے۔
 مختلف ممالک کی زبانیں وہاں کی تہذیب وثقافت، آداب معاشرت اور گفتگو کا سلیقہ سکھایا جاتا۔
 آپ فارغ التحصیل طلباء کو ذہنی طور پر تیار کرتے کہ آپ کو اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ
 فی سبیل اللہ سرانجام دینا ہے۔ انہیں ان کی مرضی کے مطابق تبلیغ پر بھیجتے۔ جو مبلغ جس علاقے میں
 جانے کا ارادہ ظاہر کرتا، اسے اس ملک کی روایت اور معاشرت کے ساتھ اس علاقے کی زبان کی
 تعلیم دیتے۔ مبلغین کے وفود کی تشکیل میں بڑی احتیاط سے کام لیتے۔ میر کا رواں کو زائر راہ دیتے،
 جو پانچ ہزار اشرافیوں پر مشتمل ہوتا۔ [۲۷]

خانقاہ حضرت بہاء الدین زکریا کے مبلغین سوداگروں کے لباس میں جاوا، ساڑا، فلپائن اور
 چین کا سفر کرتے اور وہاں جا کر اپنا سامان تجارت فروخت کرتے۔ وہاں کے لوگوں سے راہ و رسم
 پیدا کرتے اور پھر مناسب موقع دیکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ ان مبلغین کی دیانت داری،
 لین دین میں حسن اخلاق، گفتگو میں عاجزی و انکساری اور صاف گوئی سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ
 رہ سکتے اور اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کر لیتے۔ [۲۸]

حضرت بہاء الدین زکریا دونوں شعبوں کی نگرانی خود فرماتے، طلباء و اساتذہ کے قیام و طعام
 اور ان کے اخراجات خود برداشت کرتے۔ اسباق اور اوقات خود مقرر فرماتے، نماز اور عبادت و
 ریاضت کے اوقات خود مقرر فرماتے۔ اسی طرح تبلیغ کے شعبہ کی نگرانی کرتے۔ آپ سے پہلے
 حضرت سلطان خجی سرور جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے براہ راست شاگرد اور مرید تھے،
 اسلام کی ترویج و اشاعت میں ان کے خلفاء و مریدین کی جماعتیں سرگرم عمل تھیں، لیکن وہ منظم نہ تھیں۔
 آپ نے ان تبلیغی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے ہوئے انہیں منظم کیا۔ دس دس میل کے فاصلے پر
 ان کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں۔ یہ تبلیغی وفود کشمیر، گوادر، راس کمار، بنگال اور ہندوستان کے
 دیگر حصوں میں جاتے اور واپسی پر ایک بڑی جماعت کی شکل میں توحید کی صدائیں بلند کرتے ہوئے
 شیخ الاسلام کی خانقاہ میں حاضر ہوتے اور اپنے تبلیغی سفر کی مکمل روداد بیان کرتے۔ اس جماعت کا
 قائد ”خلیفہ“ کہلاتا تھا۔ یہ تبلیغی وفود دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اشاعت اسلام میں مصروف رہتے۔
 کھانے پینے کے لیے زائر راہ موجود ہوتا، رہائش کے لیے جہاں رات آ جاتی خیمہ نصب کر کے سو جاتے،
 دین حق کی تبلیغ کے علاوہ کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہوتا۔ جس شہر میں جاتے حکمرانوں سمیت

ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیرپور شریف ۶۲، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 عوام الناس کا احترام کرتے، کیوں کہ تبلیغ کے علاوہ ان کا کوئی سیاسی مقصد نہ ہوتا۔ جہاں جاتے
 اسلام کا چراغ جلاتے، کفر و الحاد کے اندھیروں کو مٹاتے، جس ملک یا شہر میں حالات سازگار ہوتے،
 وہاں مدارس قائم کرتے اور تربیت کے لیے خانقاہ کی بنیاد ڈالتے۔ ان مدارس میں بھی ملتان کے
 مرکزی مدرسہ بہائیہ کا نصاب پڑھایا جاتا۔ روحانی تربیت کے لیے روحانی مراکز قائم کیے گئے۔
 ایسے مراکز ملتان کے علاوہ سندھ اور پنجاب کے دیگر تمام علاقوں میں موجود تھے۔ جب تبلیغی وفود
 ان علاقوں میں جاتے تو وہاں کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر حلقہ ذکر و فکر میں شریک ہو جاتے۔
 بعض لوگ ان مراکز میں خلوت نشین ہو کر تزکیہ نفوس کرتے۔ تبلیغی جماعت کے ارکان ان مراکز میں
 سالکین کی تربیت کرتے، انہیں ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت کا طریقہ بتاتے۔
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”حضرت بہاء الدین زکریا اپنے عہد میں اولیاء کے سردار تھے۔ علوم ظاہری کے
 تبحر عالم اور علوم باطنی یعنی مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔
 ان کے ساتھ جمہور اولیاء اللہ کے سلاسل جڑے ہوئے تھے۔ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے،
 کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف بلانے میں
 آپ کا منفرد مقام تھا۔“ --- [۲۹]

عبادت و ریاضت اور رشد و ہدایت میں کسب حلال کو بہت اہمیت دیتے۔ بیعت کرنے سے پہلے
 عقائد اور ذریعہ معاش کے متعلق پوچھتے۔ مرید کو رزق حلال کی ترغیب دیتے۔ جب بھی کسی کو کچھ
 عطا فرماتے تو سنت کی اتباع کرتے ہوئے بغیر احساس دلائے عمدہ چیز عطا فرماتے۔ طلباء اور
 اساتذہ کا خاص خیال رکھتے۔ اپنے صاحبزادوں کے معلمین کا خاص خیال رکھتے۔ ان کو ضروریات زندگی
 کے علاوہ سونے چاندی سے مالا مال کر دیتے۔ یہ جو دستاویز ایک کے لیے روا تھا۔ [۳۰]
 آپ کامل یقین رکھتے تھے کہ رزق حلال کے بغیر نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ ہی تبلیغ و
 ارشاد میں کوئی اثر پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے کسب حلال کو یقینی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کے ساتھ
 دنیا سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے ذاتی سرمایہ سے ملتان کے علاوہ پورے برصغیر میں
 تجارتی مراکز قائم کیے۔ کسھر، بھکر اور منصورہ میں آپ کے بڑے بڑے ڈپارٹ منغل سٹور تھے۔
 یہاں سے سامان تجارت آپ کے مبلغین دوسرے ممالک میں لے جاتے۔ سندھ سے سامان تجارت
 بذریعہ سمندری راستے عراق، عرب اور مصر جاتا اور لاہور سے براستہ خشکی دہلی، ایران، افغانستان
 کی تجارتی منڈیوں میں پہنچتا۔ آپ کی زرعی اجناس بھی غیر ملکی منڈیوں میں جاتیں اور اس کا منافع
 غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا تھا۔ مسافروں کے لیے سرائیں اور بیماروں کے لیے

984 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُجِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
ہسپتال کھولے جاتے۔ کوٹ کروڑ، لودھراں، درہن واہن کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں۔ اس عہد میں
دریائے ستلج عروج پر تھا اور آپ کی زمینوں پر سے گزرتا تھا۔ اس کے پانیوں نے آپ کی
زرعی زمینوں کو زرخیز بنا دیا تھا اور زمین سونا گل رہی تھی۔ ان زمینوں کی آمدنی، مدرسہ بہائیہ اور
تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تجارتی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتی تھی۔ [۳۱]

مولانا نور احمد فریدی نے شیخ الاسلام کے مرید کے حوالے سے کسب حلال کے ضمن میں بڑی
دل چسپ بات لکھی ہے کہ میں نے آپ کے ایک مرید کی تحریر کردہ کتاب ”کسب نامہ“ بزبان فارسی
دیکھی، جس میں حجام، ترکھان، جولاہوں، دکان داروں اور ان کے اوزاروں کا ذکر تھا۔ حجام کا ذکر
سب سے پہلے کیا گیا تھا، اس میں حجامت کے اوزاروں کا ذکر تھا کہ یہ کب، کہاں اور کس لیے
اتارے گئے۔ اس کے بعد حجام کے لیے آداب اور چند دعائیں بیان کی گئی تھیں تاکہ وہ حجامت
کرتے وقت بے ہودہ گفتگو کی بجائے وہ دعائیں پڑھتا رہے۔ استراٹھانے اور استعمال کرنے کی دعائیں
مختلف تھیں، اسی طرح قینچی اٹھانے اور چلانے کی دعا اور تھی۔ اسی طرح دھوبی کے لیے دعائیں اور ہیں
اور ان کے کپڑوں کو اٹھانے کی، دھونے، پھٹے پرانے کپڑے سینے اور خشک کرنے کی الگ الگ دعائیں
ہیں۔ ساتھ ہی یہ عید لکھی گئی ہے کہ اگر تم جان بوجھ کر کپڑا خراب دھوؤ گے یا پھاڑو گے تو روز قیامت
تمہارا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح جولاہوں کے لیے ہدایات لکھی گئی ہیں۔ [۳۲]

”کسب نامہ“ اور ان دعاؤں پر غور کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ
”کسب نامہ“ درحقیقت ”ترغیب نامہ“ ہے، جس میں شیخ الاسلام نے کسب حلال کی طرف اپنے
مریدین کو اس موثر انداز کے ساتھ راغب کیا ہے کہ حجام، دھوبی، دکان دار اور جولاہا اپنے پیشے سے
عارضوس کرنے کی بجائے اسے عبادت سمجھ کر اپنائے۔ اپنی روزی بھی کمائے اور آخرت بھی سنوارے۔
یہی انداز آپ نے زندگی کے وابستہ دوسرے شعبہ میں اپنایا، یہاں تک کہ آپ کے گھر اور خانقاہ کے
خدام کا ہاتھ کام میں اور دل و زبان یا الہی میں مصروف رہتے۔ گھر میں کام کرنے والی عورتیں چکی پینا
شروع کرتیں تو ان کا ہاتھ چکی چلانے میں ہوتا اور زبان پر کلام پاک ہوتا۔ ادھر کام ختم تو ادھر
قرآن مجید ختم ہوتا۔ [۳۳]

سنت کے خلاف کوئی کام ہوتا دیکھ لیتے تو فوراً گرفت فرماتے۔ حضرت بابا فرید فرماتے ہیں
کہ ایک بار بخارا کا ایک تاجر عالم دین آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنے سر پر دستار سنت
رسول اللہ ﷺ کے خلاف بانڈھی ہوئی تھی۔ دستار کا ایک حصہ پیچھے لٹک رہا تھا اور ایک سر اس کے اوپر
ابھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا، مولوی صاحب آپ اپنے ساتھ دو سانپ لے آئے ہیں، یعنی ایک تو
دستار کی چھوڑ اور دوسرا بالوں کی چوٹی۔ مولوی صاحب نے اسی وقت اپنے سر کے بال منڈوا دیے
ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیر پور شریف ۶۳، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 985
اور دستار سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق باندھنے کی تجرید کی۔ اس کے بعد حضرت بابا فرید نے فرمایا
کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا نفس گیر رکھتے تھے، یعنی وہ آنے والے کو دیکھ کر اس کی حقیقت حال تک
پہنچ جاتے۔ ایک بار ایک عبادت گزار آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے اسے فرمایا کہ اٹھو اور مجھے
دور کعت نماز نفل ادا کر کے دکھاؤ تاکہ میں دیکھ سکوں کہ تم عبادت میں سنت مصطفیٰ ﷺ کی اقتدا
کرتے ہو یا نہیں۔ وہ شخص جس کا نام سلیمان تھا، اٹھا اور دور کعت نماز نفل ادا کرنے لگا مگر وہ اپنے
دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت کے مطابق نہیں رکھ پا رہا تھا۔ آپ نے انہیں سنت کے مطابق
نماز ادا کرنے کا طریقہ سمجھایا۔ [۳۴]

سنت مصطفیٰ ﷺ کی پاس داری میں کبھی اپنے نفس کو آڑے نہ آنے دیتے۔ علماء و مشائخ
کے ساتھ رواداری سے پیش آتے۔ جہاں اتباع سنت کا ذکر آتا، بلاتاخیر کر گزرتے۔ قاضی قطب الدین
کاشانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ناصر الدین قباچہ انہیں خاص طور پر دہلی سے
ملتان لایا تھا اور حضرت بہاؤ الدین زکریا کے قائم کردہ مدرسہ بہائیہ کے مقابلہ میں ایک عالی شان
درس گاہ تعمیر کر کے دی، جہاں وہ درس دیتے اور امامت کراتے تھے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا
کبھی کبھار صبح کی نماز ان کی امامت میں ادا کر لیتے تھے۔ ایک بار قاضی قطب الدین کاشانی نے
آپ سے پوچھا کہ آپ دور سے آ کر میرے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اپنی خانقاہ میں کیوں نہیں
پڑھ لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں:

من صلی خلیف عالم تقی فکانما خلف نبی مرسل --- [۳۵]
”جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے

نماز پڑھی۔“ ---

شیخ الاسلام نے اپنے اوقات کو مصروفیات کے مطابق تقسیم کر رکھا تھا، ہر کام نام ٹیبل کے مطابق
کرتے۔ مسئلہ علم پر جلوہ افروز ہو کر تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔ تبلیغی فوڈ مقرر کرتے اور سائلین کو
سلوک کی منازل طے کراتے۔ عوام الناس سے ملاقات کرتے، علماء و مشائخ کے ساتھ مجالس منعقد کرتے۔
حکومتی اراکین کو نصیحتیں کرتے اور حکمرانوں پر گرفت فرماتے تھے۔ ان تمام امور کی بجا آوری کے باوجود
یا الہی سے کبھی غافل نہ ہوتے۔ عبادت و ریاضت کے اوقات عمر کے آخری لمحوں تک قائم رہے۔
رات قیام میں گزر جاتی، دور کعت نفل نماز میں قرآن مجید ختم فرماتے۔ حضرت نظام الدین اولیاء
فرماتے ہیں کہ ایک رات آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو آج
رات کو دور کعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین خاموش ہو گئے۔
شیخ بہاؤ الدین زکریا آگے بڑھے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید ختم کر کے چار سیپارے مزید پڑھے

986 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ کر نماز پوری کی۔ آپ فرمایا کرتے، مجھے جو کچھ ملا ہے،
نماز سے ملا ہے۔ [۳۶]

ساری زندگی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ فجر کی نماز کے بعد ارشاد و اصلاح کی مجلس قائم کرتے۔
علماء و مشائخ آپ کی مجلس کے منظر رہتے۔ علمی نکات زیر بحث لاتے۔ سلوک و معرفت پر گفتگو ہوتی۔
مجلس میں موجود علماء و مشائخ اور حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے۔ بابا فرید الدین گنج شکر
فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آپ کی مجلس میں موجود تھا، زہد کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا
تو آپ نے فرمایا:

- زہد اور رویشی تین چیزوں کا نام ہے، جن میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں، وہ زہد ہے، وہ یہ ہیں:
 - پہلے دنیا کو پہچانا اور پھر اس سے ہاتھ کھینچ لینا۔
 - دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا اور ملحوظ خاطر رکھنا۔
 - تیسرا یہ کہ آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا۔ [۳۷]
- اس طرح آپ نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:
- جو شخص چار چیزیں اٹھالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے چار چیزیں اٹھالیتا ہے۔
- اول: جو زکوٰۃ اٹھالے، اللہ تعالیٰ اس سے مال اٹھالیتا ہے۔
- دوم: جو صدقہ اور قربانی نہ دے، اللہ تعالیٰ اس سے آرام اٹھالیتا ہے۔
- سوم: جو نماز کو ترک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے موت کے وقت ایمان چھین لیتا ہے۔
- چوتھی: یہ کہ جو دعائے مانگے، اللہ تعالیٰ اس سے قبولیت اٹھالیتا ہے۔ [۳۸]
- آپ ترک لذیات، نفسانی خواہشات اور مجاہدہ و ریاضت کی ہمیشہ تلقین کرتے اور یہ فرماتے
کہ مجاہدہ یہ ہے کہ نفس جس چیز کی خواہش کرے، بیس سال تک نفس کی اس خواہش کو پورا نہ کیا جائے۔
آپ فرماتے جیسا کہ میں نے بیس سال مسلسل مجاہدے اور نفس کشی میں گزارے۔ دن کو روزہ رکھا
اور رات کو قیام کیا۔ ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتا رہا۔ یہ ادنیٰ سے ادنیٰ
مجاہدہ ہے جو کہ ایک مقتدی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد فریضہ حج سے سبک دوش ہوا، اس طرح کہ
ہر گام دل سجدہ ریز رہا۔ [۳۹]

بیس برس تک مسلسل آپ نے لوگوں کو دین حق کی تبلیغ کی، گمراہ ہدایت پاتے اور کافرو
مشرک حلقہ بغوش اسلام ہو جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سیر کرتے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد
خلوت نشین ہو کر یاد الہی میں مصروف ہو جاتے۔ سنت رسول ﷺ کی سختی سے پابندی کرتے اور
اپنے مریدین کو بھی پابندی کی تلقین کرتے۔ بیعت کرتے وقت انہیں اس امر کی بھی ہدایت کرتے

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۶۶، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ رہنے کے بعد استقامت اختیار کرو گے اور کسی پیر کے دروازے پر نہیں
جاؤ گے، کیوں کہ مرید وہی ہوتا ہے جو ایک دروازہ پکڑے اور اسے محکم پکڑے۔ [۴۰]

مریدین و معتقدین کو اتباع سنت کی ہدایت فرماتے اور سمجھاتے کہ یہ مجلس آؤ تو سنت کے مطابق
”السلام علیکم“ کہو اور جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاؤ۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک بار
آپ کا گزر ایک ندی کے کنارے سے ہوا، وہاں آپ کے چند مرید وضو کر رہے تھے، آپ کو
دیکھتے ہی وضو اٹھوڑا چھوڑ کر آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ایک درویش نے وضو مکمل کیا اور اس کے بعد
حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا، شیخ الاسلام نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم ان سب سے
افضل ہو اور زہد ہو کہ تم نے سنت رسول ﷺ کا لحاظ رکھا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ آپ سنت مصطفیٰ ﷺ کے احیاء کے لیے ہر آن
کوشاں رہے۔ عبادت و ریاضت، معیشت و معاشرت، تجارت و زراعت اور قیام و طعام میں
ہمیشہ سنت مصطفیٰ ﷺ کو ملحوظ رکھا اور دوسروں کو اس کی تلقین فرمائی۔ ایک دفعہ درویشوں کے ساتھ
کھانا کھا رہے تھے، ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کھانا شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا
کہ ان تمام درویشوں میں یہ درویش کھانا کھانا جانتا ہے کیوں کہ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق
کھانا کھا رہا ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نان ثرید کو دوسرے کھانوں پر اس طرح فضیلت
حاصل ہے، جس طرح مجھے عام انبیاء پر حاصل ہے اور عائشہ کو تمام عورتوں پر حاصل ہے۔ [۴۱]

حوالہ جات

- ۱..... نظام بخاری، لطائف اشرفی، سہیل پریس پاکستان چوک کراچی، باراول، ۱۹۹۹ء، جلد ۱، صفحہ ۳۸۴
- ۲..... مرجع سابق
- ۳..... شیخ شرف الدین قریشی، منبع البرکات، قلمی نسخہ، صفحہ ۴۵
- ۴..... فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب
لاہور، ۲۰۰۲ء، صفحہ ۳۸
- ۵..... خلاصۃ العارفین، خطی نسخہ ملوکہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور، صفحہ ۸
- ۶..... حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، اردو سائنس بورڈ
لاہور، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۱۴۴
- ۷..... محمد قاسم، فرشتہ، تاریخ فرشتہ، اردو ترجمہ عبدالحی، خواجہ عصمت، اسلم پرنٹر اردو بازار
لاہور، ۱۹۹۹ء، جلد ۲، صفحہ ۷۸۳
- ۸..... تذکرہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، صفحہ ۳۹

- ۹..... سیر العارفین، صفحہ ۱۳۵
۱۰..... سیر العارفین، صفحہ ۱۴۷
۱۱..... خواجہ امیر حسن علاء سبزی، فوائد الفوائد، اردو ترجمہ خواجہ حسن نظامی، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۱۷
۱۲..... لطائف اشرفی، جلد ۱، صفحہ ۳۸
۱۳..... شیخ بدر الدین اسحاق، اسرار الالویاء، مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال، صفحہ ۱۳۵
۱۴..... اسرار الالویاء، اردو ترجمہ، صفحہ ۱۳۳
۱۵..... (تذکرہ بہاء الدین زکریا، صفحہ ۲۱۴)
مخدوم حسن بخش، انوار غوثیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲ھ، صفحہ ۲۵
۱۶..... داراشکوہ، سفینۃ الالویاء، قلمی نسخہ کاتب یار محمد، ۱۲۸۰ھ، مرید خواجہ غلام حسن شہید، صفحہ ۱۵۱
۱۷..... برنی، ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، اردو ترجمہ ڈاکٹر معین الحق، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۹ء، صفحہ ۵۰۸

- سیر الالویاء، فارسی، صفحہ ۵۹۸
۱۸..... عتیق فکری، نقش ملتان، فکری اکیڈمی، ملتان، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۴۵۴
۱۹..... احوال و آثار، صفحہ ۴، عتیق فکری، نقش ملتان، فکری اکیڈمی، ملتان، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۴۵۴
۲۰..... انوار غوثیہ، صفحہ ۵۴، شمیم محمود زیدی، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتان و خلاصہ العارفین، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۵۳ھ، صفحہ ۴۷
۲۱..... مخدوم عبدالرشید، منبع البرکات، صفحہ ۳۶، مطبوعہ صادق الانوار، بہاول پور، ۱۹۱۵ء، انوار غوثیہ، صفحہ ۵۴
۲۲..... منبع البرکات، صفحہ ۳۶
۲۳..... تاریخ فرشتہ، جلد ۱، صفحہ ۱۸۳
۲۴..... کرمانی، امیر خور، سیر الالویاء، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء، صفحہ ۷۰
۲۵..... فریدی، نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی، صفحہ ۶۳
۲۶..... انوار غوثیہ، صفحہ ۵۴
۲۷..... مرجع سابق
۲۸..... دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الالخیار (فارسی)، صفحہ ۲۷، مطبع مجتبیٰ دہلی، ۲۳
۲۹..... فوائد الفوائد، صفحہ ۵۰۴
۳۰..... انوار غوثیہ، صفحہ ۵۴
۳۱..... تذکرہ بہاء الدین زکریا، صفحہ ۸۵
۳۲..... فوائد الفوائد، صفحہ ۳۸۵
۳۳..... فوائد الفوائد، صفحہ ۵۰۴
۳۴..... فوائد الفوائد، صفحہ ۵۲۳
۳۵..... فوائد الفوائد، صفحہ ۱۶۱

۳۶..... نظام الدین اولیاء، راحت القلوب، مجلس ۱۵ بحوالہ ہشت بہشت

۳۷..... راحت القلوب، مجلس ۱۵ بحوالہ ہشت بہشت

۳۸..... سید اولاد علی گیلانی، مرقع ملتان، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۴۷

۳۹..... سیر العارفین، صفحہ ۱۶۸
۴۰..... سیر العارفین، صفحہ ۱۷۰

۴۱..... مخدوم جہانیاں جہاں گشت، الذرا المنظوم، صفحہ ۲۹۵

[جاری ہے]



کیا ماہِ صفر منخوس ہے؟

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ صفر کو لوگ منخوس جانتے ہیں، اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ منخوس مانی جاتی ہیں اور ان کو ”تیرہ تیزی“ کہتے ہیں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ حدیث میں فرمایا: ”صفر کوئی چیز نہیں“، یعنی لوگوں کا اسے منخوس سمجھنا غلط ہے۔ اسی طرح ذی قعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو ”خالی کا مہینہ“ کہتے ہیں، یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں ۳، ۱۳، ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ کو منخوس جانتے ہیں، یہ بھی لغویات ہیں۔

ماہِ صفر کا ”آخر چہار شنبہ“ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ ان دنوں میں حضور ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں، سب بے ثبوت ہیں، بلکہ حدیث شریف کا یہ ارشاد:

لَا صَفْرَ --- ”صفر کوئی چیز نہیں“ ایسی تمام خرافات کو رد کرتا ہے۔



اس لیے زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

جب ہر شے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے، تو جمعہ و عیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، تو چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب بولے، مگر امام میں روح ہے، جو مانع اثر جذب ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

ایک جنازہ پر دس ہزار آدمی ہوتے ہیں اور میت میں روح نہیں تو لازم ہے کہ مردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے۔

تو نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

● ایک روز مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس کے والد ماجد جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اعلیٰ حضرت کے پاس آئے تو حضرت نے ان سے دریافت فرمایا، فرمائیے بارش کا کیا اندازہ ہے، کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا کہ اس مہینے پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا، اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو، انہوں نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس مشکل مسئلہ کو یوں سمجھایا، سامنے کلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں، فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ بولے، پون گھنٹہ۔ حضرت نے فرمایا: اس سے قبل؟ کہا، نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔ اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوئی کو گھما دیا، فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں ہے۔ بولے کہ آپ نے اس کی سوئی کھسکائی ہے، ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت چاہے، جہاں چاہے، پہنچا دے، وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے۔ اتنا زبان مبارک سے نکلتا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگو گھنگا آگئی اور پانی برسنے لگا۔

● پہلی بھیت میں ایک دعوت میں اعلیٰ حضرت اور حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی تشریف فرما تھے، دسترخوان بچھانے سے پیش تر میزبان نے آفتابہ و طشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے، حضرت محدث صاحب نے عام عربی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ آپ محدث ہیں اور

حکایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلوی

مولانا محمد بشیر احمد کوٹلوی

● اعلیٰ حضرت کی بچپن کی عمر تھی اور کاشانہ اقدس میں ایک مولوی صاحب بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے، ایک روز مولوی صاحب بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے آ کر سلام کیا، مولوی صاحب نے جواب دیا، جیتے رہو، اس پر اعلیٰ حضرت نے عرض کیا، یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، ولیکم السلام کہنا چاہیے، مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ [حیات اعلیٰ حضرت]

● اعلیٰ حضرت ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے، طبیب صاحب کے استاذ ایک نواب صاحب جو علم عربی سے واقف اور علوم جدیدہ کے گرویدہ تھے، ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے، وزنی چیزیں جو زمین پر گرکتی ہیں، اپنے میل طبعی سے نہیں، بلکہ زمین کی کشش سے نیچے آتی ہیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

تو پھر بھاری چیز کو تو اوپر سے نیچے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی کو جلد کہ آسان کھینچے گی،

حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

نواب صاحب بولے مگر جنسیت موجب قوت جذب ہے، بھاری چیز میں اجزائے مٹی زیادہ ہیں،

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿ ۷۰ ﴾ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اپنے بچے کی قیمتی نصیحت سے مدد کیجیے

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر سمیر یونس
ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دیہاتی پر زندگی کی راہیں تنگ و دشوار ہو گئیں، سواس نے اپنا گاؤں چھوڑ کر دور دراز علاقے میں جانے کا فیصلہ کر لیا کہ شاید اسے دیار غیر میں رزق ملے۔ چنانچہ اس نے اپنا گھربار چھوڑا، اپنی بیوی کو چھوڑا اور اپنے گاؤں سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کا رخ ایک بہت ہی دور کے شہر کی طرف تھا۔ وہ خشک شجر اور ہر طرح کی نباتات سے خالی صحرا میں چلتا رہا، بالآخر وہ مطلوبہ شہر میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے اس شہر کے ایک امیر کبیر آدمی سے ملاقات کی۔ اسے اپنی پتائنی اور اپنے مالی بحران کی شکایت کی۔ مال دار آدمی نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ جب دیہاتی مال دار کے پاس تین دن گزار چکا تو امیر کبیر شخص نے اسے پیش کش کی کہ وہ اس کے یہاں کام کرے۔ دن کے وقت وہ اس کے اونٹ اور مویشی چرائے اور رات کے وقت اس کے مہمانوں کی خدمت بجالائے۔ اس کے صلے میں اسے اونٹوں اور بھیڑ، بکریوں میں سے حصہ ملے گا۔ دیہاتی نے یہ پیش کش قبول کر لی اور اس کے پاس کام شروع کر دیا۔

اس کام کاج میں پندرہ برس بیت گئے۔ اب دیہاتی کو اپنا گھربار بار یاد آیا۔ بیوی، رشتے داروں اور گاؤں کی یاد نے اسے خوب ستایا۔ اس نے مال دار آدمی کو اپنا حال سنایا اور بتایا کہ وہ واپس اپنے گاؤں جانا چاہتا ہے، کیوں کہ گاؤں والے اسے بہت یاد آ رہے ہیں اور اب زیادہ جدائی برداشت کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ مال دار آدمی کو یہ سن کر دکھ ہوا، کیونکہ یہ ایک مخلص، سچا اور

992 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ
اعلم بالسنۃ ہیں، آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھلانے کے بعد دوسروں کے ہاتھ دھونے کا انتظار نہ کرنا پڑے اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے۔ میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی، اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر حضرت محدث صاحب نے ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اعلیٰ حضرت مسکرا کر فرمانے لگے، اپنے فیصلے کے خلاف عمل درآؤ آپ کی شان کے خلاف ہے، الغرض یہ دلچسپ اور علمی گفتگو بڑی خوش گوار اور سامعین کے لیے مفید رہی۔

• اعلیٰ حضرت جب دوسری مرتبہ حج پر گئے تو وہاں طبیعت خراب ہو گئی، محرم کے آخری دنوں میں طبیعت ٹھیک ہوئی تو آپ نے حمام میں غسل فرمایا، باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھٹا چھا گئی ہے، حرم شریف تک پہنچتے پہنچتے بارش ہو گئی، معاً آپ کو ایک حدیث یاد آ گئی کہ جو بارش میں طواف کرے، وہ رحمت الہی میں تیرتا ہے۔ آپ نے اسی وقت حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا۔ بخار سردی کی وجہ سے پھر لوٹ آیا، مولانا سید اسماعیل صاحب نے بخار دیکھ کر فرمایا کہ ایک ضعیف حدیث کے لیے آپ نے اپنی جان کو تکلیف دی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جو جواب دیا، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا:

”حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے امید تو قوی ہے۔“ ---

• ایک سید صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آیا کرتے تھے اور اپنی غربت و افلاس کے شاکہ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ بہت پریشان ہو کر اعلیٰ حضرت کے پاس آئے تو اعلیٰ حضرت نے ان سے دریافت کیا کہ سید صاحب! ایک مسئلہ بتائیں، جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو، کیا وہ بیٹے کو حلال ہو سکتی ہے؟ سید صاحب نے جواب دیا، نہیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے، جن کی آپ اولاد ہیں، تنہائی میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا، اے دنیا! کسی اور کو دھوکا دے، میں نے تجھے طلاق دی، جس میں کبھی رجعت نہیں۔ پھر سادات کرام کا افلاس کیا تعجب کی بات ہے۔ سید صاحب نے یہ سن کر فرمایا: واللہ میری تسکین ہو گئی ہے۔ پھر وہ کبھی شاکہ نہ ہوئے۔



994 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ امانت دار ملازم تھا۔ اس نے دیہاتی کو اپنے پاس سے بھیڑ، بکریاں بھی دیں، پھر اسے الوداع کیا اور اس کے لیے خیر و عافیت سے اپنے گھر پہنچنے کی تمنا ظاہر کی۔

دیہاتی نے کوچ کیا، وہ ایک لمبے صحرائیں سے گزرا، صحرائیں ایک لمبی مسافت طے کرنے کے بعد اس نے صحرائیں ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک مرد بزرگ و عمر رسیدہ اپنے خیمے میں بیٹھا ہے، یہ خیمہ اسے دھوپ اور حرارت سے بچاتا ہے، چنانچہ دیہاتی نے اس بوڑھے آدمی کو سلام کیا۔ بوڑھے نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اسے اپنے خیمے میں آرام کی دعوت دی۔ دیہاتی نے اس کی یہ پیشکش قبول کر لی۔ بوڑھے نے اسے کھجوریں، پانی اور قہوہ پیش کیا۔ دیہاتی نے بوڑھے سے اس کے کام کاج کی بابت دریافت کیا، بوڑھے نے اسے بتایا کہ وہ تجارت و سوداگری کرتا ہے۔ یہ سن کر دیہاتی بولا، آپ کس چیز کی تجارت کرتے ہیں اور آپ کا سامان کہاں ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا، میں نصیحتیں فروخت کرتا ہوں۔ دیہاتی نے حیران ہو کر پوچھا، آپ نصیحتیں بیچتے ہیں؟ ایک نصیحت کتنی کی؟ بوڑھا بولا، ہر نصیحت ایک اونٹ کی۔

دیہاتی نے بوڑھے کی بات پر سر جھکا کر کچھ دیر کے لیے سوچا اور پھر ایک نصیحت کی غیر معمولی قیمت پر غور کیا، مگر آخر کار اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ایک نصیحت ضرور خریدے گا، خواہ اسے اس کی کتنی قیمت دینا پڑے۔ چنانچہ اس نے بوڑھے سے کہا، آپ مجھے نصیحت کیجیے کہ میں آپ کو ایک اونٹ دوں گا۔ اس پر مرد بزرگ نے کہا ”جب سہیل ستارہ طلوع ہو تو سیلاب سے بے فکر نہ ہونا“۔

دیہاتی نے اس نصیحت کو سنا اور اس پر خوب سوچ بچار کیا، پھر اپنے دل میں بولا، اس خوفناک صحرائیں سہیل ستارے کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس وقت یہ نصیحت مجھے کیا فائدہ دے گی؟ ایک لمبی سوچ کے بعد اس نے اپنے آپ سے کہا: یہ نصیحت تو میرے لیے بے فائدہ ہے، میں دوسری نصیحت خریدتا ہوں، شاید کہ پہلے نقصان کی کچھ تلافی ہو جائے۔ پہلی نصیحت تو فضول ہے، مجھے اس کے بدلے ایک اونٹ سے محروم ہونا پڑا ہے۔ دیہاتی نے بوڑھے سے دوسری نصیحت کی درخواست کی تو مرد جہاں دیدہ نے اسے یہ نصیحت کی۔ ”اس آدمی پر کبھی اعتماد نہ کرنا جس کی آنکھیں چمکیلی ہوں اور دانتوں کے درمیان خلا ہو“۔

اب دیہاتی نے اس دوسری نصیحت پر غور فکر کیا تو اسے اس میں بھی کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔ اس نے بوڑھے سے کہا: اب مجھے تیسری نصیحت کیجیے، میں آپ کو تیسرا اونٹ دیتا ہوں۔ بوڑھے نے اسے یہ نصیحت کی ”بیچتا کرو جانا مگر خون کر کے نہ سونا“۔ دیہاتی کے خیال میں اگرچہ یہ تیسری نصیحت

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۷۴۷ھ محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

995 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ پہلی دو نصیحتوں کی طرح بے کار تھی، مگر اس نے تیسرا اونٹ بھی دے دیا اور بوڑھے سے اجازت لے کر اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ اس کے اونٹ اور بھیڑ، بکریاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ اس کا رخ اپنے گاؤں کی طرف تھا۔

دیہاتی کئی دنوں تک صحرائیں چلتا رہا، اسے سخت مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا، تھکاوٹ ہوئی، صحرا کی گرمی نے اسے اس قدر بے حال کر دیا کہ وہ مرد بزرگ کی تنیوں نصیحتیں بھول گیا اور اسے یہ یاد بھی نہ رہا کہ اس نے کسی سے اتنی زیادہ مہنگی نصیحتیں خریدی ہیں۔ آخر ایک رات دیہاتی صحرائیں خیمہ زن لوگوں کے پاس جا پہنچا، ان لوگوں نے ایک وادی کے نشیب میں اپنے خیمے گاڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے دیہاتی کا احترام کیا اور اس کی مہمان نوازی کی، اسے کھانا کھلایا اور اس کے چوپایوں کے لیے گھاس پیش کیا۔ اس نے یہ رات ان کے پاس گزاری۔ جب وہ ابھی جاگ رہا تھا، اس نے آسمان پر سہیل ستارہ طلوع دیکھا، اس نے لوگوں کو جگایا اور انہیں مرد بزرگ کی نصیحت سے آگاہ کیا۔ اس نے ان سے درخواست کی کہ وہ لوگ اس وادی کے نشیب سے باہر نکل جائیں اور وادی کے پاس پہاڑوں پر چڑھ جائیں، مگر لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا، اسے بے عقل و نا سمجھ قرار دیا۔ اس پر دیہاتی نے انہیں مطلع کیا، اللہ کی قسم میں نے یہ نصیحت ایک اونٹ دے کر خریدی ہے، لہذا میں اس وادی کے نشیب میں ہرگز نہیں سوؤں گا۔ پھر اپنے اونٹ اور بھیڑ، بکریاں لیے پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہیں رات گزاری۔ اس رات کے آخری حصے میں زور سے سیلاب اچانک آ گیا، اس نے خیموں اور لوگوں کو غرق کر دیا اور کوئی چیز بھی باقی نہ رہنے دی۔ ادھر دیہاتی یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا اور اس بوڑھے کی نصیحت کی اہمیت و قیمت کا احساس ہوا۔ دیہاتی نے اپنے اونٹ اور بھیڑ، بکریوں کا ریوڑ اپنے ساتھ لیا اور اپنے علاقے کی طرف چل پڑا۔

راستے میں اسے دور سے روشنی دکھائی دی، رات سخت تاریک تھی، دیہاتی نے اس روشنی کو صحرا کی تاریک رات میں غنیمت سمجھا اور روشنی کے رخ پر چل پڑا۔ جب دیہاتی روشنی کی جگہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک دہلا پتلا آدمی ہے، بہت زیادہ پھریتلا ہے، ایک وسیع و عریض گھر میں رہ رہا ہے۔ اس آدمی نے دیہاتی کے خیر مقدم میں مبالغہ کیا تو اس کی یہ حرکت دیہاتی کے دل میں مشکوک ٹھہری۔ اس نے جب دبلے پتلے آدمی کا چہرہ غور سے دیکھا تو اس پر حقیقت کھلی کہ اس کی آنکھیں چمکیلی ہیں اور اس کے دانتوں کے درمیان خلا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے دل میں کہا، مرد بزرگ نے مجھے اس آدمی سے خبردار کیا تھا۔ اس میں ساری نشانیاں پائی جاتی ہیں، کوئی ایک نشانی بھی کم نہیں۔

دیہاتی نے دبلے آدمی کے گھر میں سونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں گھر سے باہر اپنے اونٹوں اور ریوڑ کے پاس سونا چاہتا ہوں۔ اس نے تکیہ اور چادر لی اور زمین پر لیٹ گیا، مگر اسے خطرے کے پیش نظر بالکل نیند نہ آئی۔ اسے اپنے میزبان سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا، وہ اپنے میزبان کی طرف سے ہر دم چوکنا اور چوکس تھا۔

آدھی رات کے وقت دیہاتی اٹھا، اس نے اپنے تکیہ کے پاس پتھر رکھ دیے اور ان پر چادر ڈال دی تاکہ مشکوک میزبان اسے سوتا ہوا خیال کرے اور خود اٹھ کر دور کھڑا ہو گیا۔ ادھر میزبان گھر سے باہر آیا، اپنے بچوں کے بل آہنگی سے چلا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ پھر اس نے دیہاتی کے بستر پر دیہاتی کو سویا سمجھ کر تلوار کا وار کر دیا، مگر اس کی تلوار پتھروں پر لگی۔ ادھر دیہاتی نے پھرتی سے میزبان کو پیچھے سے پکڑ لیا اور اس کی تلوار چھین لی اور اس سے کہا: ”اللہ کی قسم میں نے یہ نصیحت بہت مہنگی خریدی ہے، میں نے ایک اونٹ دے کر یہ نصیحت خریدی ہے۔“ اب اس نے اپنے اونٹ اور ریوڑ لیے اور گاؤں کی جانب گامزن ہوا۔

کئی دنوں اور راتوں کے طویل سفر کے بعد بالآخر دیہاتی اپنے گاؤں پہنچ گیا۔ وہ رات کے وقت گاؤں پہنچا، اس نے گھر کی دیوار سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ اس کی بیوی نیند کر رہی ہے اور اس کے ساتھ والے بستر پر ایک بھر پور کڑیل جوان محو خواب ہے، نو جوان کے سر کے بال لمبے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا، اس کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے مضبوطی سے ہاتھ میں تلوار پکڑ لی۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی بیوی کو اور اس کے پاس محو خواب نو جوان کو مار ڈالے، مگر جلد ہی اسے مرد بزرگ کی تیسری نصیحت یاد آ گئی۔ نصیحت یہ تھی ”پچھتا کر سوجانا مگر خون کر کے نہ سونا۔“

اس کے ساتھ ہی وہ ہنسکون ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔ وہ گھر سے پیچھے ہٹا اور گاؤں سے باہر نکل کر اپنے اونٹوں اور بھیڑ، بکریوں کے پاس سو گیا۔ صبح ہوئی تو اس نے نماز فجر ادا کی، کہ اب گاؤں کے لوگوں کو اس کی آمد کا علم ہوا، لوگ اس کے پاس گئے، سلام کیا، اس کا خیر مقدم کیا، پھر وہ اسے وہ اہم واقعات بتانے لگے جو اس کی گاؤں سے طویل غیر حاضری کے بعد رونما ہوئے تھے۔ دیہاتیوں نے اسے باتوں باتوں کے دوران یہ بھی بتایا کہ جب وہ گاؤں چھوڑ کر گیا تھا، اس وقت اس کی بیوی امید سے تھی، اس کے جانے کے کئی ماہ بعد اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا، جو اب ایک کڑیل جوان ہے اور اپنی ماں کی خوب خدمت کر رہا ہے۔

اب دیہاتی پر یہ راز منکشف ہوا کہ رات کی تاریکی میں اس نے اپنے گھر کے صحن میں جسے غیر سمجھا تھا، وہ اس کا اپنا بیٹا تھا۔ اس پر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا، پھر بیٹے کی ولادت اور اس کے جوان ہونے پر اظہار مسرت کیا۔ اب اس نے اپنے دل میں سوچا، یہ نصیحت کتنی عظیم ترین تھی، اگرچہ ہر نصیحت ہی اپنی جگہ انتہائی قیمتی تھی، ہر نصیحت اونٹ سے بھی زیادہ گراں قیمت تھی، حتیٰ کہ اگر ہر نصیحت کے بدلے میں اونٹ پر سونا لا کر معاوضہ بھی دیا جائے تو بھی سودا منگنا نہیں۔

یہ کہانی، اس کے کردار اور اس میں بیان کردہ واقعات نصیحت کی قدر و قیمت کو اچھی طرح اجاگر کرتے ہیں اور ہمیں نصیحت کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو یہ تربیت دیں کہ وہ اپنے ماں، باپ اور اپنے سے بڑوں، سمجھ داروں اور دانش وروں کی باتیں اور نصیحت غور و فکر سے سنیں۔ ان نصیحتوں کے معانی و مطلب پر غور کریں اور ان کی نصیحتوں پر عمل کریں۔

نصیحت کی اہمیت

اگر کسی سے کہا جائے کہ وہ دین اسلام کا لب لباب ایک جملے میں بیان کرے، تو وہ کیا کہے گا، ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب دینے کے لیے کوئی بہت سوچے اور پھر بھی مقصد کو بیان کرنے سے قاصر رہے، مگر نبی اکرم ﷺ کو تو ”جوامع الکلمہ“ عنایت ہوئے ہیں، اس لیے آپ نے دین کا خلاصہ ایک جملے میں یوں بیان کر دیا ہے:

الدينُ النصيحة --- ”دین نصیحت کرنے کا نام ہے۔“ ---

آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے تین بار الدین النصيحة ”دین خیر خواہی کا نام ہے“ فرمایا، تو ہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کس کے لیے خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان حکمرانوں اور مسلم عوام کے لیے۔“ --- [مسلم]

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے:

”مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔“ ---

ان چھ حقوق میں سے ایک کا آپ ﷺ نے یوں تذکرہ فرمایا:

”جب وہ تجھ سے نصیحت طلب کرے تو تُو اسے نصیحت کر۔“ --- [مسلم]

صحیحین میں جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا:

998 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 ”میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ دینے پر اور
 ہر مسلمان کے لیے نصیحت (خیر خواہی) کرنے پر۔۔۔

نصیحت کے آداب

جسے نصیحت کی جا رہی ہو، اسے نرمی و لطف سے سمجھایا جائے، سختی اور تشدد کے بغیر، پھر یہ نصیحت
 سری ہو، جبری نہ ہو، یعنی علانیہ نہ کی جائے بلکہ تنہائی میں آہستگی سے کی جائے۔ خبردار آپ کبھی بھی
 برسرِ عام نصیحت نہ کریں، علانیہ نصیحت کرنے سے (جسے نصیحت کی جا رہی ہو) بد کے گا اور حق کی
 پیروی سے دور ہو جائے گا اور آپ کی یہ نصیحت اسے ذلیل و رسوا کر دے گی۔ عربی زبان کی کہاوٹ ہے:
 النصيحة على الملأ فضيحة۔۔۔ ”برسرِ عام نصیحت رسوائی ہے۔۔۔“
 برسرِ عام نصیحت دشمنی اور بے تعلقی تک لے جاتی ہے۔ ہمارے سلف صالحین جب کسی کو
 نصیحت کرنا چاہتے تو اسے تنہائی میں نصیحت کیا کرتے تھے۔ ہمارے کسی بزرگ کا قول ہے، جس نے
 کسی کو تنہائی میں سمجھایا تو وہ نصیحت ہے اور جس نے کسی کو برسرِ عام سمجھایا تو اس نے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی۔
 فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مومن پردہ پوشی کرتا ہے اور نصیحت کرتا ہے، جب کہ فاجر و منافق بے عزتی کرتا

اور پردہ دری کرتا ہے۔۔۔“

ہماری امت کو اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ امت کے بچوں کو فاضل باپ اور
 بچیوں کو فاضل مائیں نصیحتیں کیا کریں۔ یہ باپ اور مائیں تربیت کرنے والے ہوں۔ اصل مسئلہ
 یہ ہے کہ ہمارے اس دور میں بہت سے باپ اور مائیں روزگار میں اس قدر مصروف ہیں کہ
 ان کے پاس اپنے بچوں کی تربیت کرنے اور انہیں نصیحت کرنے کا وقت ہی نہیں اور جن والدین کے پاس
 وقت ہے وہ اپنے اوقات عزیز کو اپنے بچوں کے لیے استعمال کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں،
 یوں امت مسلمہ تربیت کے بحر ان سے دوچار ہے۔ بہت سے لوگوں کی نیتیں درست ہیں، ان کے
 ارادے مستقیم ہیں اور وہ اپنے بچوں کو وقت بھی دینا چاہتے ہیں مگر وہ تربیت کے فنون اور اس کی
 مہارتوں سے ناواقف ہیں۔

یاد رہے کہ نصیحت کرنا اک فن ہے اور نصیحت کرنے کو تربیت کے اہم ترین اسلوبوں میں
 شمار کیا جاتا ہے، اگر نصیحت کو تربیتی ضابطوں کے مطابق کیا جائے تو وہ ضرور پھل لاتی ہے۔
 اگر ایک طرف ہمیں حکم ہے کہ ہم مسلم عوام کے لیے خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں نصیحت کریں تو

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۷۸، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 999
 دوسری طرف ہمارے لیے حکم ہے کہ ہم اپنے بچوں کے لیے خاص طور پر نصیحت کریں۔
 نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ بندہ جسے اللہ نے رعایا پر حکمران بنایا ہو پھر وہ اپنی رعایا کی
 خیر خواہی کرتے ہوئے اسے نصیحت نہ کرے، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ [بخاری شریف]

بلاشبہ ہمارے بچے اور بچیاں ہمارے گھروں میں ہماری رعایا ہیں، لہذا ان نصیحتوں اور
 ہماری راہنمائی کے محتاج ہیں، غذا سے بھی کہیں بڑھ کر۔ وہ ہمارا انتظار کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ
 ہم اپنے ہاتھوں میں غذا اٹھائے ان کو صرف خوراک دیں، ان کے بیٹوں کے لیے وہ ہمارا اس لیے
 انتظار کرتے ہیں کہ ہم ان کی خاطر اپنے دلوں میں جس قدر محبت رکھتے ہیں، ان پر نچھاور کریں۔
 ہمارا حال یہ ہو کہ ہمارے دماغوں میں علم و معرفت ہو اور ہماری زبانوں پر نصیحت اور راہنمائی ہو۔
 اے اپنے بچے کہ مہربان باپ، شفیق والد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے بچے کے کان
 خاص طور پر بچپن میں..... آپ کی جانب سے محبت بھرا بول سننے کے لیے ہر وقت منتظر رہتے ہیں۔
 ایک شفیق باپ کی طرف سے ایک نصیحت اس کی اولاد کو بہت زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اس کے اثرات
 کسی اور شخص کی جانب سے کی گئی سو نصیحتوں کے اثرات سے بھی زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ
 باپ کی بات شفقت پدری کے سوتے سے پھوٹی ہے اور اس کی مہربانی کی حرارت اپنے دامن میں
 لیے ہوتی ہے اور اسی طرح اے مادر مہربان! آپ کی اپنے بیٹے کے لیے نصیحت میں شفقت مادری
 اور رقت و نرمی پوشیدہ ہوا کرتی ہے، جو انتہائی موثر ہوتی ہے۔

بچوں کو نصیحت کرنے کے طریقے

ماہرین تربیت کی رائے میں والدین کی طرف سے بچوں کے لیے تین طریقوں سے موثر و فعال
 نصیحت کی جاسکتی ہے۔ یہ طریقے درج ذیل ہیں، کہانی کے ذریعے نصیحت، بات چیت کے ذریعے نصیحت
 اور براہ راست خطاب کے ذریعے نصیحت۔ اب ان تینوں طریقوں کی مختصر تشریح کی جاتی ہے:

۱..... کہانی کے ذریعے نصیحت

چھوٹوں اور بڑوں کے دلوں پر کہانی کا موثر تربیتی اثر پڑتا ہے، کہانی سماعتوں کو اپنی طرف
 مائل کرتی ہے اور نفوس و قلوب میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی کاشت و آب یاری کرتی ہے، اس کا
 سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بکثرت واقعات بیان کیے گئے ہیں اور پھر قرآن حکیم میں
 ایک مکمل سورت کا نام سے سورۃ القصص ”قصوں والی سورت“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں
 قصہ یا کہانی کے تربیتی مفہوم اور لب لباب کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

سفر عقیدت و محبت

مرتب: محمد عارف برکاتی، کراچی

سیر و سیاحت میں بڑی دانائی اور بڑی عبرتیں ہیں، قرآن پاک میں سیر و افعی الامراض کا حکم
تکرار و تاکید کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ اُمت مسلمہ کے اہل علم و دانش نے اس کے مقاصد کو پیش نظر
رکھتے ہوئے اللہ رب العالمین کی کائنات ارض کے حسن و جمال اور اپنے رب کی موعظت و جلال کا
مشاہدہ و معاینہ فرمایا۔

دورِ حاضر میں بہت سے لوگ بالخصوص اہل سنت دور دراز کا سفر اختیار کر کے انبیاء کرام علیہم السلام،
صحابہ کرام، اہل بیت عظام و اولیاء کرام علیہم السلام کے مزارات پر حاضر ہوتے ہیں، اس عقیدہ
کے ساتھ کہ مزارات والے ان کی حاضری سے واقف ہیں اور ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور
بہت سی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ سفر مزارات سنت نبوی ﷺ ہے۔ امام محی الدین نووی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ مزارات کی زیارت کرنا بالاتفاق علماء کرام سنت ہے۔

حضور ﷺ ہر سال شہداء احد رضی اللہ عنہم کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، اسی طرح
سرکار کریم ﷺ بمعہ ۱۰۰۰ کم و بیش صحابہ اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک ابو اشریف گئے، جو
تقریباً ۲۵۰ میل دور مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کے راستے میں ہے۔

آدمی جس سے محبت کرتا ہے وہ اس کے اقرباء سے بھی ضرور محبت کرتا ہے اور یہ فطرت کا
تقاضا ہے اور ہمارا دین بھی یہی کہتا ہے۔ بندے کو اللہ سے محبت ہونی چاہیے اور اللہ سے محبت کا
تقاضا ہے کہ اس کے نبیوں اور ولیوں سے بھی محبت ہو اور جب نبی سے محبت ہوگی تو نبی کی آل و
اصحاب سے محبت لازمی ہے کیونکہ ان سے محبت حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی اور حق الرسول بھی۔
حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! ہم اہل بیت کی محبت کو لازم کر لو، اس لیے کہ جو اس طرح اللہ سے
ملا گا کہ وہ ہم (اہل بیت) سے محبت کرتا ہے، تو وہ ہماری شفاعت کے صدقہ میں
جنت میں جائے گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،
کسی شخص کو اس کا عمل اس وقت فائدہ دے گا جب کہ وہ ہمارے حق کو پہنچانے، یعنی
ہماری تعظیم و توقیر کرے اور محبت و حسن سلوک سے پیش آئے۔“

”اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے،
یہ کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے، یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے
پہلے آئیں، انھی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے
ہدایت و رحمت ہے۔“

احادیث نبویہ میں بھی بہت سے قصہ بیان ہوئے ہیں، یہ قصے صحابہ اور تمام مسلمانوں کی
تربیت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح انبیاء، مرسلین اور صالحین کے بارے میں
آپ ﷺ نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں، جیسے کوڑھی اور اندھے کی کہانی، گڑھے والوں کی کہانی،
عبادت گزار جرجج کی کہانی، ان تین آدمیوں کی کہانی جنہوں نے غار میں پناہ لی، اس غار کے منہ پر
چٹان گری اور انہیں باہر نکلنے سے روک دیا وغیرہ، بہت سی کہانیاں۔ یہ سب کہانیاں آنحضرت ﷺ نے
مسلمانوں کی تربیت و تادیب کے لیے بیان فرمائی ہیں، اگرچہ قرآنی کہانیاں، سب کہانیوں سے
افضل و برتر ہیں۔ قرآنی کہانیوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ قصے ہیں۔

بہر حال کہانی کا عام طور پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ خواہ قرآنی قصے ہوں یا نبوی یا صحابہ کے
قصے ہوں یا نیک لوگوں کی کہانیاں ہوں یا زندگی کے حقیقی واقعات ہوں۔

۱۰..... مکالمہ کے ذریعے نصیحت

اس کا طریقہ یہ ہے کہ باپ اپنے بچوں کے پاس بیٹھے، وہ ان سے سوالات کرے اور بچے
جواب دیں یا بچے اپنے والد سے سوال کریں، کئی باتیں پوچھیں اور باپ ان کا جواب دے۔

۱۱..... براہ راست خطاب کے ذریعے نصیحت

اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ بچوں کو براہ راست سمجھایا جائے، ان کی راہنمائی کی جائے، انہیں
کوئی حکم دیا جائے یا انہیں کسی کام سے روکا جائے یا امر و نہی دونوں ایک وقت براہ راست کیے جائیں۔
اس براہ راست خطاب کے ذریعے نصیحت کی عمدہ مثال حضرت لقمان کی نصیحتیں ہیں، جو آپ نے
اپنے بیٹے کو کیں۔



امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں، اگر مجھے کوئی ضرورت پیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں، تو جلدی پوری ہو جاتی ہے۔“

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وہ شخص جس سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے تو اس کے وصال کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاتی ہے۔“

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جن انبیاء عظام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار و اولیاء کرام رحمہم اللہ کے مزارات پر ہم حاضر ہوتے ہیں، وہ یقیناً جنت کے باغیچے ہیں اور الحمد للہ سنی مسلمانوں کو جنت کے باغات کی سیر نصیب ہوئی ہے۔

بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ عراق ہی وہ ملک ہے جہاں سب سے پہلے لکھائی کا آغاز ہوا، جہاں سے علم ہندسہ، علم ہیئت و علم نجوم وغیرہ کی تعلیم کا اہتمام ہوا۔ اپنے آغاز ۴ ہزار سال قبل مسیح سے لے کر اب تک یہ ملک بنتا، سنورتا اور جنگ و جدل میں مبتلا ہو کر ٹوٹا اور بنتا رہا ہے۔ یہ ملک سرزمین انبیاء علیہم السلام بھی ہے، اصحاب و اہل بیت اطہار اور اولیاء کرام کا خطہ بھی ہے۔

”سفر محبت“ دراصل شہر بغداد کے حسین و جمیل مناظر اور شہر و ولذی یادوں کی روح پرور، دل نواز تصویر ہے۔ عراق کا مشہور شہر بغداد دراصل دو الفاظ باغ اور داد کا مجموعہ ہے۔ مشہور عادل بادشاہ نوشیرواں یہاں ایک باغ میں بیٹھ کر عدل و انصاف کرتا تھا اور یہ شہر بغداد کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ بھی مثال مشہور ہے، جس نے بغداد نہیں دیکھا، اس نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ شہر بغداد کے دو حصے ہیں، درمیان میں دریائے دجلہ بہتا ہے، جس پر کئی خوبصورت پل ہیں، ایک حصہ کو کاظمیہ کہتے ہیں، جہاں دو کاظمی سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام جواد علیہ السلام آرام فرما ہیں اور دوسرے حصہ کو اعظمیہ کہتے ہیں، جہاں امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ آرام فرما ہیں۔ اسی طرح بغداد کا علاقہ کرخ بھی مشہور ہے، جہاں سیدنا معروف کرخی و دیگر بزرگان دین رحمہم اللہ ہیں۔ ان تمام تر نسبتوں کے باوجود بغداد کی اصل پہچان پیر پیراں سیدنا غوث اعظم رحمہم اللہ کے آستانہ عالیہ سے ہے۔ عراق کے دیگر شہروں مسیب، کربلا، نجف، کوفہ، ام عبیہ، بصرہ، مدائن، بابل، حلہ اور سامرا وغیرہ میں بے شمار انبیاء، صحابہ، اہل بیت و اولیاء کرام رحمہم اللہ بھی آرام فرما ہیں۔

ماخوذ ”سفر عراق، شام و مقامات مقدسہ“ از حضرت علامہ مفتی فیض احمد اویسی رحمہ اللہ و ”سفر محبت“ از صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی، سجادہ نشین بصیر پور شریف



ابن بطوطہ کی ہندوستان آمد

صحافی محمد اصغر مجددی

ابن بطوطہ، سلطان شاہ محمد تغلق کے دور حکومت میں ہندوستان آیا اور یکم محرم ۷۳۴ ہجری کو اس نے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ان دنوں سندھ، صوبہ ملتان میں شامل تھا اور قطب الملک حاکم ملتان کے عہدہ پر فائز تھا۔ یہ وہ دور تھا جب کراچی کا نام کراچی تھا اور اس کے ساحل کا بندرگاہ کے طور پر استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں وہاں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا ایک تجارتی مرکز قائم کیا، جس کی وجہ سے کراچی کو جو عروج حاصل ہوا، وہ اسی صدی میں حاصل ہوا، خصوصاً انگریز کے راج کے قیام کے بعد۔

ابن بطوطہ، محمد بن قاسم کے بحری روٹ پر سفر کرتا ہوا براستہ دیبل سندھ میں داخل ہوا۔ جنرل کنگم کی تحقیق کے مطابق دیبل سندھ کا قدیم دارالخلافہ تھا، یہاں ہندوؤں کے بڑے بڑے مندر تھے۔ دیول اور دیبل کے لغوی معنی مندر کے ہیں، اسی لیے اس شہر کو دیبل کہا جاتا تھا۔ مصنف تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ دیبل کی بندرگاہ لاسری کے نام سے مشہور تھی۔ یہ بہت بڑی بندرگاہ تھی۔ یہاں یمن، فارس اور دوسرے ملکوں کے جہاز نگر انداز ہوا کرتے تھے۔ ابوالفضل نے اس کی سالانہ آمدن ایک لاکھ اڑتیس ہزار لکھی ہے، مگر امیر الملک کا قول ہے کہ اس وقت حکومت کو یہاں سے ساٹھ لاکھ دینار سالانہ محاصل وصول ہوتے تھے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ لاسری بہت خوب صورت شہر ہے جو کہ سمندر کے کنارے پر واقع ہے، یہیں دریائے سندھ سمندر میں آکر گرتا ہے۔ ہنر صاحب نے اپنے گیزٹیئر میں اس کا نام

1004 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
لاہوری بندر لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ مقام اب محض ایک گاؤں بن کر رہ گیا ہے، جو کہ کراچی کے
ضلع میں دریائے سندھ کی مغربی جانب سمندر سے بیس میل اندر کی طرف واقع ہے، لیکن
امتداد زمانہ کے باعث اب یہ شہر تباہ ہو چکا ہے۔ اسی تاریخی مقام سے ابن بطوطہ نے ہندوستان میں
اپنی سیاحت کا آغاز کیا تھا۔

ابن بطوطہ سے چیک پوسٹ پر پوچھ گچھ

ابن بطوطہ کا جہاز دیبل کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا تو کچھ دیر ٹھہرنے اور سستانے کے بعد وہ
بڑے اطمینان کے ساتھ جہاز سے اتر کر خشکی پر آیا۔ ہم راہیوں کے ساتھ چلتا ہوا وہ کچھ آگے بڑھا
تو سب سے پہلے اس کا شاہی اہل کاروں سے سامنا ہوا، جو اس کو قریبی چیک پوسٹ پر لے گئے
اور وہاں انھوں نے تمام کوائف طلب کیے۔ غیر ملکی افراد کے ہندوستان میں داخلے کے لیے
یہ ضابطہ تھا کہ ان کو چیک پوسٹ پر روک لیا جاتا تھا اور ان سے ضروری پوچھ گچھ کر کے ایک رپورٹ
تیار کی جاتی تھی، جس میں ہر مسافر کے حالات تفصیلی طور پر لکھے جاتے تھے، اس کی شکل و صورت،
چال ڈھال، حرکات و سکنات، زبان، آبائی وطن، سامان، ہندوستان آمد کا مقصد، ملازموں اور
جانوروں وغیرہ کی تعداد کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ الغرض ایک ایسی جامع رپورٹ تیار کی جاتی جس میں
متعلقہ شخص کے بارے میں ہر کوئی بات بھی لکھنا باقی نہ چھوڑتے تھے۔ یہ رپورٹ صوبائی حاکم اور
بادشاہ کو فوراً بھجوائی جاتی تھی۔ رپورٹ کی جانچ پڑتال کے بعد باقاعدہ سرکاری اجازت نامہ
جاری ہونے کے بعد غیر ملکی و بیرونی مسافروں کا ہندوستان میں داخلہ ممکن ہو سکتا تھا۔

پردیسوں سے بادشاہ کا حسن سلوک

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں داخلے کا حکم نامہ ملنے میں کچھ دن لگ جاتے تھے،
اس دوران پردیسوں کو چیک پوسٹ پر قائم مسافر خانوں میں رکنا پڑتا تھا، جہاں اس کو شاہی مہمان
تصور کیا جاتا۔ پردیسوں کے آرام وغیرہ کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ جب تک وہ وہاں قیام کرتے تھے،
ان کی ضیافت کا انتظام ہوتا تھا اور ان کی خوب آؤ بھگت کی جاتی تھی۔ بادشاہ پردیسوں سے
بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ پردیسوں کی حد درجہ تعظیم و تکریم کی جائے اور ان کو عزیز
کے نام سے پکارا جائے۔ چنانچہ باہر سے آنے والے لوگ 'غریب' کی بجائے 'عزیز' کہے جاتے تھے۔
بادشاہ کے غیر ملکیوں سے قریبی مراسم تھے، اس کے بڑے بڑے خواص حاجب (دربان)، وزیر،
قاضی اور داماد وغیرہ غیر ممالک کے باشندے تھے۔ جو شخص بادشاہ کے سلام کے لیے جاتا تھا اور
اس کے لیے تحفے تحائف لے کر جاتا، بادشاہ بہت خوش ہوتا تھا اور ان تحفوں کو دو چند، سہ چند کر کے
انعام دیتا تھا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ سندھ کے بعض سوداگروں کا یہ پیشہ ہے کہ وہ بادشاہ کی
ماہ نامہ "نور الحیب" بصیر پور شریف ۸۳۰ھ محرم الحرام / صفر المظفر ۸۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 1005
ملاقات کو جانے والوں کو ہزار ہا دینار بطور قرض دیتے ہیں، جس کے وہ تحفے تحائف خرید کر بادشاہ کی
خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ واپسی پر وہ اپنا قرض منافع سمیت وصول کر لیتے ہیں۔ ابن بطوطہ
اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب میں سندھ پہنچا تو خود میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔

ہندوستان میں ڈاک کا قابل رشک نظام

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا کہ غیر ملکیوں کے ہندوستان میں داخلے کی اجازت کے کام کو
جلد از جلد نبٹانے کے لیے سرکاری سطح پر بہترین انتظامات موجود تھے۔ آمد و رفت کے ذرائع کی
قلت کے باوجود اس مقصد کے لیے انھوں نے ڈاک کی ترسیل کا انتہائی فعال نظام اپنا رکھا تھا۔
اس قابل رشک نظام کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ بندرگاہ سے ملتان کا سفر
دس دن میں اور دارالحکومت دہلی کا سفر پچاس دن میں طے ہوتا تھا۔ یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ
ڈاک کے نظام کو اتنی مہارت کے ساتھ تشکیل دیا گیا کہ سندھ سے دارالحکومت تک صرف پانچ روز میں
ڈاک باسانی پہنچ جاتی تھی۔ ڈاک کو انتہائی تیزی و سرعت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے
دو طریقوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ اس کام کے لیے عمدہ گھوڑوں کا استعمال کیا جاتا،
دوسرا طریقہ پیادوں کا تھا جو کہ پیدل بھاگ دوڑ کرتے ہوئے ڈاک لے جاتے تھے۔ ہر چار کوس
کے فاصلے پر گھڑسوار بدل جایا کرتے۔ تازہ دم گھوڑوں کے ساتھ، نئے گھڑسواروں کی ٹیم
یہ ذمہ داری سنبھال لیتی۔ اس طرح ڈاک منزل بہ منزل آگے بڑھتی رہتی تھی۔ یوں ہی پیادوں کی
ڈاک کا سسٹم بھی بہت نرالا تھا، ہر تہائی میل پر برجیاں بنائی گئی تھیں، جہاں محکمہ ڈاک کے ہرکارے
کمر کس کر ہوشیار و تیار کھڑے ہوتے تھے۔ ہر ہرکارے کے پاس دو گز لمبی ایک چھڑی ہوتی،
جس کے سرے پر تانبے کے گھنگر و بندھے ہوتے۔ جب مقررہ مقام سے ڈاک چلتی تو وہ ایک ہاتھ میں
ڈاک تھام لیتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے چھڑی ہلاتے ہوئے پوری طاقت کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیتا۔
دوسرا ہرکارہ گھنگر و کی آواز سنتے ہی، اپنے حصہ کی ذمہ داری کے لیے تیار ہو جاتا اور ڈاک وصول
کرتے ہی سوئے منزل روانہ ہو جاتا۔ اس طرح، بغیر تاخیر و غفل، ڈاک آگے سے آگے بڑھتی رہتی۔
شاہی ڈاک کے ساتھ ساتھ اس میں عوام کی ڈاک بھی شامل ہوتی تھی۔ ملک بھر میں پیادوں کی ڈاک
بہت مشہور ہو چکی تھی، کیوں کہ اکثر اوقات یہ ڈاک گھوڑوں کی ڈاک سے بھی پہلے منزل مقصود تک
پہنچ جاتی تھی۔ ابن بطوطہ کے ہم عصر مالک الابصار کے مصنف شہاب الدین دمشقی نے سراج الدین
عمرشلی کی زبانی ہندوستان کی ڈاک کا جو احوال لکھا ہے، وہ قریباً یہی ہے، جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔
البتہ اس نے یہ اضافہ کیا کہ ہر ایک چوکی پر مسجد، تالاب اور دکانیں بھی ہوتی تھیں۔ اس نے مزید لکھا
کہ دولت آباد سے دہلی تک بڑے بڑے شہروں کے دروازے کھلنے اور بند ہونے کا وقت اور

1006 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
کسی غیر معمولی واقعہ کے رونما ہونے کا احوال اس طرح شاہی دربار کو معلوم ہو جاتا تھا کہ ہر چوک پر
نظارے رکھے ہوتے تھے۔ ایک نظارے کی آواز پر دوسرا نظارہ آواز دیتا تھا اور یوں ذرا سی دیر میں
بادشاہ تک ہر خبر پہنچ جاتی تھی۔ ابن بطوطہ نے ڈاک اور اطلاعات کے متذکرہ نظام پر بہت پسندیدگی کا
اظہار کیا ہے۔ ڈاک کے اسی نظام کے تحت ابن بطوطہ کو بہت تھوڑے دنوں میں ہی ہندوستان میں
داخلے کا شاہی اجازت نامہ مل گیا تھا۔

ابن بطوطہ سیہون شریف میں

ہندوستان میں داخلے کی معمول کی کارروائی کی تکمیل کے بعد ابن بطوطہ نے تصوف کی جانب
اپنے طبعی رجحان کے مطابق سب سے پہلے سیہون شریف کا رخ کیا اور حضرت شہباز قلندر
شیخ عثمان مروندی رحمہ اللہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور خطیب شہر شیبانی سے جامع مسجد میں
ملاقات کی، جس نے ابن بطوطہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا پروانہ دکھایا، جو اس کے بڑے بزرگ
عالم دین کو بہت عرصہ پہلے جامع مسجد کا خطیب مقرر ہونے پر جاری کیا گیا تھا۔ جس پر ۹۹ ہجری کی
تاریخ درج تھی۔ شہباز قلندر کی خانقاہ میں ابن بطوطہ کو شیخ بغدادی نام کا ایک عمر رسیدہ شخص بھی ملا،
جو ایک سو چالیس برس کا تھا۔ جب چنگیز خاں نے آخری عباسی خلیفہ المستعصم باللہ قتل کیا، یہ شخص
بغداد شریف میں موجود تھا۔ اتنی طویل عمر کے باوجود شیخ بغدادی قوی جسم کا مالک تھا اور اچھی طرح
چلتا پھرتا تھا۔ ابن بطوطہ نے سیہون شریف کے بارے میں لکھا ہے کہ سیہون ایک بڑا شہر ہے،
جو ایک ریگستان کے درمیان واقع ہے، جہاں کیکر کے درختوں کے سوا، کوئی دوسرا درخت
موجود نہیں ہے۔ اس کی نہر کے کنارے لوگ خربوزوں کے علاوہ اور کچھ کاشت نہیں کرتے،
اس شہر کے لوگ 'کابلی مڑ' کی روٹی کھاتے ہیں، مچھلی کی یہاں بہتات ہے، جھینسوں کے دودھ کی
بھی افراط ہے، یہاں کے باشندے شفقور یعنی ریگ ماہی بھی کھاتے ہیں۔ یہ جانور پاؤں پر چلتا ہے
اور گوہ کے مشابہہ ہوتا ہے، اس کی دم نہیں ہوتی۔ وہاں کے لوگ اس کو بیت میں سے کھود کر نکالتے ہیں
اور اس کا پیٹ چر کر آلائشوں کو صاف کر کے ہلدی سے بھر دیتے ہیں۔ مجھے اس جانور کو کھاتے
دیکھ کر کھن آگئی تھی، میں نے پھر اس کو کبھی نہیں کھایا۔ جب ہم اس شہر میں پہنچے تو یہاں سخت گرمی
پڑتی تھی، میرے ہم راہی ننگے بدن رہتے تھے اور ایک بڑا رومال پانی سے تر کر کے جسم پر
لیٹ لیتے تھے۔ جب پانی خشک ہو جاتا تھا، اس کو پھر پانی سے تر کر لیتے تھے۔ گرمی سے بچنے کے لیے
ہم سب بار بار ایسا کرتے تھے۔ ابن بطوطہ جب سیہون پہنچا، ان دنوں حکومت کے ایک باغی
قیصر رومی اور اس کے ساتھیوں کا قتل عام جاری تھا۔ کسی کی گردن ماری جا رہی تھی، کسی کو تلوار سے
ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا تھا، کسی کی کھال کھینچوا کر، بھوسہ بھر کے فسیل شہر پر لٹکا یا جا رہا تھا۔ لگتی لگتی

ماہ نامہ "نور الحبيب" بصیرپور شریف ۸۶، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۲۳۷ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ 1007
دیکھ کر خوف آتا تھا۔ ان کی کھوپڑیاں جمع کر کے شہر کے وسط میں ڈھیر لگا دیا گیا تھا۔ ابن بطوطہ
مزید لکھتا ہے کہ میں جس مدرسہ میں قیام پذیر تھا، اس کی چھت پر سویا کرتا تھا، وہاں سے یہ نعشیں
لگتی نظر آتی تھیں۔ جب میں صبح سو کر اٹھتا تھا، نعشیں دیکھ کر طبیعت بگڑ جاتی تھی، بالآخر میں نے
مدرسہ چھوڑ دیا اور دوسرے مکان میں رہنے لگا۔

[جاری رہے گا]



وفیات

گزشتہ دنوں:

اہل سنت کے ممتاز و معمر عالم دین استاذ العلماء پیر ابو داؤد محمد صادق رضوی ۹۱ برس کی عمر میں
راہی ملک بقا ہو گئے۔۔۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
موصوف حضرت محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ اور مریدین و خلفاء میں سے تھے۔۔۔
ان کی زیر سرپرستی ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ سے تقریباً پینسٹھ برس سے شائع ہو رہا ہے، وہ اہل سنت کے
جید عالم دین، مصنف، مبلغ اور پیر طریقت تھے۔۔۔ قسط الرجال کے اس دور میں ان کا وجود غنیمت تھا۔۔۔
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات پر فائز کرے، جملہ اہل خانہ، تلامذہ،
مریدین و معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان الحاج مولانا محمد داؤد رضوی اور
صاحبزادہ محمد رؤف رضوی کو بیش خدمات دینیہ و ملیہ انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔۔۔ آمین
●..... دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل حضرت مولانا گلزار احمد نوری، امام و خطیب جامع مسجد
محلہ مبارک دیپال پور طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ موصوف خاموش طبع، صالح، درویش صفت اور
خلیق تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو دینی خدمات کی توفیق مزید عطا فرمائے۔
●..... محمد رفیق عاصی (وائس پریذیڈنٹ نیشنل بینک)، ہمبرہ زار سکیم لاہور کی ہم شیر۔۔۔ اور
●..... مولانا ضیاء الحق نوری، آبادی چورستہ میاں خاں کا شیر خوار بیٹا وفات پا گئے۔۔۔
جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ
مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔۔۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ وسلم علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین



تبصرہ کتب

تبصرہ کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

باطنی بیماریوں کی معلومات

جس طرح ہمارا جسم مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر کمزور ہوتا ہے، اسی طرح ہم بری عادات و افعال اور باطنی بیماریوں کی وجہ سے روحانی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں، اسلام ہمیں ان سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ ان باطنی بیماریوں اور ان کے نقصانات کی نشان دہی ضروری ہے۔ ہر مسلمان کو ظاہری گناہوں کے ساتھ ساتھ باطنی گناہوں کے علاج پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ باطنی گناہوں کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ کے شعبہ ”بیانات دعوت اسلامی“ کے تحت اس کتاب کو مرتب کیا گیا اور سنٹالیس مہلکات پر مشتمل کتاب بنام ”باطنی بیماریوں کی معلومات“ مکمل کی گئی۔ کاغذ، طباعت عمدہ، صفحات ۳۵۲، ہدیہ ۲۴۰ روپے۔ ملنے کا پتا: مکتبۃ المدینہ، عالمی مرکز فیضانِ مدینہ، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ کراچی

کربل دا شاہ سوار

زیر نظر کتاب سید الشہداء حضرت امام حسین اور آپ کے دیگر جانثار ساتھیوں کی شہادت اور ان کی جرأت و بہادری کے ایمان افروز واقعات، نیز محرم الحرام اور کر بلا کے موضوع پر خطیب خوش نوا فخر الواعظین مولانا عطاء المصطفیٰ جمیل (ابن سلطان الواعظین) کوٹلی لوہار ان کے پنجابی خطابات کا مجموعہ ہے، جسے مولانا الحاج محمد جعفر ضیاء القادری نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔ مولانا محمد جعفر صاحب پہلے بھی علمائے اہل سنت کے خطابات کے کئی مجموعے چھاپ چکے ہیں۔ صفحات ۲۶۴، ہدیہ ۳۰۰ روپے ملنے کا پتا: مکتبہ غوثیہ رضویہ، محمود شہید (لاچ پت) روڈ، گلی نمبر ۵، خادم کالونی شاہدرہ، لاہور

عرفان شریعت

اس کتاب کے مصنف صوفی محمد عارف حسین ناسک قادری سروری، درویش منش انسان ہیں، اتباع شریعت اور اشاعت دین کے جذبہ سے مملو ہیں۔ زیر نظر کتاب تصوف اور اہل تصوف کے حوالے سے ان کے وقتاً فوقتاً لکھے گئے مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔ ایک مضمون حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے حوالے سے بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں تصوف کی روح اور حقیقی اہل تصوف کے کمالات اور ان کی تعلیمات پیش کی گئی ہیں اور آج کے پرفتن دور میں تصوف کو بدنام کرنے والوں کا ردِ بلیغ کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ڈیڑھ سو سے زائد موضوعات پر مضامین شامل ہیں، امید ہے کہ ناسک قادری کا یہ مجموعہ متلاشیانِ راہ حق کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ صفحات ۴۹۶، ہدیہ درج نہیں، ملنے کا پتا: نور یہ رضویہ پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور

محبت نامے

کنور سلطان احمد، اسسٹنٹ پروفیسر

عزت مآب جانشین فقیہ اعظم، افتخار المحققین حضرت صاحبزادہ علامہ مفتی محمد محبت اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید واثق ہے کہ بخیر و عافیت ہوں گے۔ گزشتہ ہفتے ماہ نامہ نور الحبيب تشریف لا کر بصر نواز و بصیرت افروز ہوا۔ یقین جانیں کہ روحانی بالیدگی اور اطمینان قلبی نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے صدقے اس عظیم جریڈے کو مزید ترقی عطا فرمائے اور آپ کو اس عظیم علمی، دینی، روحانی اور اخلاقی خدمت کو اسی طرح سرانجام دینے کی ہمت و استقلال عطا فرمائے، آمین۔ ”نور الحبيب“ کا ہر شمارہ اعلیٰ تحقیقی معیار، علمی مواد، جدید ریسرچ، مہتمد الوجہی، فقہی بصیرت، جدید مسائل کا حل، اختلافی مسائل میں سنجیدہ و باوقار، مدلل اور ٹھوس موقف کا حامل ہوتا ہے، لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہر شمارہ ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔ مجلہ اپنی پوری مجلس ادارت، بالخصوص آپ کی محنت و جاں فشانی، باریک بینی، حسن انتخاب، نفاست طبع اور علم پروری کا بین ثبوت ہوتا ہے۔ اس وقت کم از کم جرائد مسلک حقہ اہل سنت و جماعت میں اس مجلہ کا ہم پایہ

1010 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ شَآئِدْ هٰی كِهٰی مِل سَكِه۔ رَاقِم كَو اَس كَاشِل نَظَر نِهٰی آتَا۔ وِیَسِه اَس مَجَلَّه كَایِه بَهی اَتِیَازِی وَ صَف هِه كِه اَس مِی هِر اَسْلَامِی مَآه كِی نَسَبَت سِه مَضَامِیْن شَاخ هَوَتِه رِهَتِه هِی۔

رواں ماہ کے شمارے میں اسلامی سال کے آغاز کی مناسبت سے محرم الحرام کے حوالے سے پانچ مضامین اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان دار مقبتیں شامل ہیں۔ ٹائٹل کے اندرونی صفحے پر دعائے عاشور دی گئی ہے، ساتھ میں پڑھنے کا طریقہ بھی درج ہے، جو نہایت مفید اور نافع ہے۔ آخر میں ایک اور گزارش ہے کہ ستمبر ۲۰۱۵ء کے شمارے میں ختم نبوت اور مرزائیت کے حوالے سے دو مضامین شامل ہیں، یہ ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں عوام اہل سنت اور علوم اسلامیہ کے طالب علموں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی معلومات زیادہ نہیں ہوتیں، آئندہ سال اگر ممکن ہو سکے تو ختم نبوت کے حوالے سے مزید ایک یا دو مضامین ضرور شامل اشاعت فرمائیں۔ حافظ امانت علی سعیدی کا مضمون نہایت ایمان افروز اور لہو گرما دینے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، آمین۔ میری طرف سے نور الحبيب کی مجلس ادارت کی خدمت میں سلام عرض ہے، خاص طور پر صاحبزادہ والا شان علامہ محمد نعیم اللہ نوری مدظلہ اور صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ مدظلہ کو میرا سلام ضرور ارشاد فرمائیے گا۔

ڈاکٹر مشرف حسین انجم، سرگودھا

امید ہے مزاج گرامی شگفتہ ہوں گے۔ ماہ نامہ نور الحبيب کا تازہ شمارہ موصول ہوا، انجم نوازی کے لیے ممنون ہوں۔ زیر نظر شمارہ اپنے دامن دل کشا میں نثر و نظم کے جودل رباناً نظر بسائے ہوئے ہے، وہ معنی خیز بھی ہیں اور پراثر بھی۔ آپ جس محبت، محنت اور دلچسپی کے ساتھ ”نور الحبيب“ کا شمارہ ترتیب دیتے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی۔

یہ دین کی بے مثال خدمت ہے، اس کا صلہ آپ کو ضرور ملے گا۔ علامہ کوکب نورانی صاحب کی تحریر ”حقیقت ابدی ہے مقام شبیری“ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، دیگر عام تحریریں بھی معلومات کا خزانہ اپنے آنگن میں بسائے ہوئے ہیں۔

اللہ کریم آپ کی مساعی جمیل کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ عنقریب اپنے وعدہ دئے نعتیہ مجموعوں نقش نعلین حضور اور پھولوں کی مہکار کے ساتھ حاضری دوں گا۔



ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۹۰، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

تاریخ اپنے واقعات دہراتی ہے

مولانا نور احمد خان فریدی

--- ۱ ---

ایران کی سرزمین میں تین غریب الحال طلبا کسی سبزہ زار پر بیٹھے آموختہ یاد کر رہے تھے، ایک طالب علم جو وضع قطع سے نیشاپوری معلوم ہوتا تھا، کتاب الٹا کر ساتھیوں سے بولا، دوستو! ہمارے محترم استاذ کے متعلق مشہور ہے کہ جوان سے سبق پڑھ لے، وہ ضرور صاحب اقبال بن جاتا ہے، کیا تم لوگوں نے بھی یہ روایت سنی ہے؟ دونوں ساتھیوں نے متفقہ طور پر اس کے بیان کی تائید کی۔ پہلا طالب علم پھر بولا، اگر یہ بات صحیح ہے تو ہماری خوش نصیبی میں کسے کلام ہو سکتا ہے، اگر تینوں نہ سہی ایک نہ ایک ضرور ہی ترقی کرے گا، اس لیے مناسب ہے کہ ہم تینوں آپس میں معاہدہ کریں کہ اگر زمانہ ہم میں سے کسی ایک کی موافقت کرے تو وہ باقی دو کی پرورش کا ذمہ دار بنے۔

تم درست کہتے ہو، عمر۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے بیک زبان جواب دیا۔ تو آؤ ہاتھوں سے ہاتھ ملاؤ۔ تینوں طالب علموں نے ہاتھوں سے ہاتھ ملا کر عہد کیا کہ ہم میں سے جو بھی مراتب علیا پر فائز ہوگا، وہ باقی دو رفیقوں کا خیال رکھے گا۔ یہ طالب علم عمر خیام، حسن بن صباح اور نظام الملک طوسی تھے۔

چند سال کے بعد بغداد میں امام ابوحنیفہ کے مقبرہ پر عمر خیام اور حسن بن صباح آپس میں ملے، پہلے تو انہوں نے اپنی غربت کا ماتم کیا، پھر دونوں نے ایک دوسرے کو یہ مسرت افزا خبر سنائی کہ ان کا دوست نظام الملک، شاہ ارسلان کا وزیر اعظم بن چکا ہے۔ عمر نے کہا، چلو دیکھیں، نظام اپنے عہد کا کتنا پاس کرتا ہے؟

مرو کے عظیم الشان شہر میں وزیر اعظم نظام الملک طوسی کی سواری جاری تھی کہ دفعۃً دو درویشوں نے نمودار ہو کر سلام کیا، سواری گزر کر چلی گئی، لیکن سپاہیوں نے بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا، یہ عمر خیام اور حسن تھے، جو بغداد سے سیکڑوں مہینتیں جھیل کر یہاں پہنچے تھے۔ حسن نے کہا، برے پھنسے، کون کسی کی خبر لیتا ہے، اب زندگی کی خیر مناؤ۔

عمر: کیوں، ہم نے نظام کا کیا لگاڑا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دشمنی کرے گا۔

حسن: ارے بیوقوف! ہم اس کے بچپن کے ساتھی ہیں، اس کی غربت کے شاہد۔ اب وہ اتنی بڑی سلطنت کا وزیر اعظم ہے، وہ یہ پسند نہیں کرے گا کہ ہم اس کی ابتدائی زندگی کی بابت اس کی رعایا کے سامنے کچھ روشنی ڈالیں، وہ ہمیں ختم کر دینا ہی اپنے لیے بہتر سمجھے گا۔

عمر خیام: چھوڑو بھی، تمہیں ہمیشہ دور کی جو جھتی ہے۔

لیکن خلاف توقع سپاہیوں نے ان کی بڑی عزت کی، وزیر اعظم کے عالی شان محل میں لے گئے، خدام نے حمام میں جا کر غسل کرایا اور پہننے کے لیے نہایت ہی بیش قیمت لباس پیش کیے۔

عمر بولا، حسن! دیکھو، میں نہ کہتا تھا تم ناحق بدگمانی کر رہے ہو۔

حسن (متانت سے): بکری کو جب ذبح کرنے کے لیے مذبح میں لے جاتے ہیں، تو اسے سبز چارہ کھانے کو دیا جاتا ہے، پانی بھی پلایا جاتا ہے۔ میں ابو مسلم خراسانی اور ہرامکہ کی تباہی کے سنسنی خیز واقعات تاریخ میں پڑھ چکا ہوں، یہ چیزیں میرے خدشہ کو دور نہیں کر سکتیں۔

یہ نہادھو کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ وزیر اعظم کی فٹن (گھسی) محل میں داخل ہوئی، نوکر چاکر آپس میں کہنے لگے کہ آج خلاف معمول وزیر صاحب پہلے کیوں چلے آئے؟

حسن (زیر لب آہستہ آہستہ): ہمیں ٹھکانے لگانے کے لیے:

عمر نے حسن کو کھینچ کر کہا، وزیر اعظم آ رہا ہے، مراسم آداب ملحوظ رکھو۔

نظام الملک نے دور سے خندہ پیشانی کے ساتھ السلام علیکم کہا اور پھر قریب آ کر دونوں کو بڑے تپاک سے بغل میں لے لے کر دبایا۔

یاران قدیم! خوب آئے، پانچ سال سے لگا تار تمہارا انتظار کر رہا ہوں، ایک ایک سے پوچھا، کونہ کونہ چھان مارا نہ ملے، میرے بچپن کے رفیقو! تم کہاں تھے، کھانا کھالو، بعد میں باتیں کریں گے۔

نظام الملک بڑی گرم جوشی سے مہمانوں کو اپنے دسترخوان پر لے گیا، اپنے ساتھ کھانا کھلایا، ایسا خوشبودار طعام زندگی بھر میں ان کی نظر سے نہ گزرا تھا، انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

ماہ نامہ "نور الحیب" بصیر پور شریف ۹۲، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

نظام الملک نے انور مہمانوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، دوستو! مانگو کیا چاہتے ہو؟ تمہارا نظام اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے بہت ہی بے تاب ہے۔

عمر بولا: وزیر صاحب! مجھے تو آپ جانتے ہی ہیں، ایک عزت پسند آدمی ہوں، کوئی ایسا گوشہ عافیت دے دیجیے، جہاں بیٹھ کر بے فکری سے زندگی بسر کر سکوں، حسن نے ملازمت کی خواہش کی۔ دوسرے ہی دن نظام الملک نے حسن کو شاہی دفتر میں ملازم کر دیا اور عمر کو ایک سرسبز و شاداب علاقہ جاگیر میں دے کر باعزت و آبرورخصت کیا۔

--- 3 ---

اپ سلطان اپنے زمانہ کا بہت بڑا سلطان تھا، فارس، ماوراء الہند اور عراق و شام کی زرخیز ولائیں اس کی سلطنت میں شامل تھیں، نظام الملک اس کا وزیر اعظم تھا، جب بادشاہ فوت ہو گیا تو اس کے بلند اقبال بیٹے ملک شاہ نے بھی اسی نیک نام وزیر اعظم کو اپنے عہدے پر بحال رکھا اور بمثل اپنے والد کے اس کی قدر کرتا رہا۔ نظام الملک نے بغداد اور نیشاپور میں دو بڑی اسلامی یونیورسٹیاں قائم کیں، جو اندلس سے چین تک مشہور تھیں۔ الغرض اس با اقبال انسان نے خلق خدا کے سودو بہبود کے لیے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آج تاریخ کے اوراق "ورق گل" بن کر اس پر سے نثار ہو رہے ہیں۔ نظام الملک ۷۶ برس کی عمر یا کر اپنے رفیق حسن بن صباح کے ایک مرید کے ہاتھوں سنہ ۴۰۸ھ میں شہید ہو گیا۔

--- 4 ---

عمر خیام نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر فلسفیانہ شاعری میں وہ نام پیدا کیا کہ دنیا کے طول و عرض میں اس کا ڈنکا بجنے لگا، شاہان وقت نے اس کے پاس دعوت نامے بھیجے مگر یہ کنج عافیت سے باہر نہ نکلا۔ ایک موقع پر لونڈی نے شراب کا پیالہ پیش کیا، یہ نشہ میں اس قدر بد مست ہو رہا تھا کہ پیالے کو تھام نہ سکا اور وہ گر کر ٹوٹ گیا۔ عمر نے عالم کیف میں آسمان کی جانب نگاہ کر کے فی البدیہہ ذیل کی رباعی موزوں کی:

ابریق مئے مرا شکستی ربی بر من در عیش را بہ بستی ربی
بر خاک برینختی مئے ناب مرا خالم بدہن مگر تو مستی ربی
”اے خدا! تو نے میرا شراب کا پیالہ توڑ دیا، میرے عیش کو منغص کر دیا،

میری شراب کو زمین پر اٹھیل دیا، میرے منہ میں خاک، کیا تو بھی مست تھا۔“

اسی وقت آندھی چلی، گستاخ شاعر کا منہ سیاہ ہو گیا، لونڈی نے شیشہ دکھا کر کہا، اپنی گستاخی کا

حشر دیکھ، شاعر کے جذبات نے ایک دفعہ پھر انگڑائی لی اور شیشے میں اپنا کالا منہ دیکھ کر کہا:

نا کردہ گناہ در جہان کیست بگو و آں کس کہ گناہ نہ کرد و زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی پس فرق میان من و تو چیست بگو
”دنیا میں ایسا کون ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو، اگر میرے گناہوں کا بدلہ بھی
مجھے برائی کی صورت میں ملے، تو اے خدا! تیرا اور میرا کیا فرق رہ گیا۔“---

ابھی رباعی کا آخری لفظ ”بگو“ زبان پر ہی تھا کہ عمر کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح
روشن ہو گیا۔ اسی وقت سجدے میں گر کر کہا، اے الہ العالمین! آج میری گستاخی اور تیری رحمت کا ملہ
دونوں کی انتہا ہو گئی، اب زیادہ جینے کی ہوس نہیں رہی، اپنی شان کریمی کے صدقے اس دنیا سے
اٹھالے۔ عمر کا یہ کہنا تھا کہ اس کا طائر روح نفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

رباعیات عمر خیام اس کی زندہ جاوید یادگار ہے، جس کے ترجمے دنیا کی تمام زبانوں میں
عام ہو چکے ہیں۔

---5---

حسن بن صباح کی چلبلی طبیعت نے ملازمت پر قناعت نہ کی، اس نے قلعہ الموطن پر قبضہ کر کے
ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی، چارلسٹوں تک اس کی اولاد بڑی شان و شوکت سے بادشاہی کرتی رہی،
آج لاکھوں آدمی حسن بن صباح کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔

یہ تینوں ہم مکتب نظام الملک طوسی، عمر خیام اور حسن بن صباح، علمی دنیا میں آج تک غیر فانی
شہرت کے مالک چلے آتے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی خوش قسمت تھا جس نے ایسے فرائز نہ روزگار
شاگرد پیدا کیے، ایسے صاحب کمال بار بار پیدا نہیں ہوتے، لیکن مشہور ہے کہ تاریخ اپنے واقعات کو
دہرائی ہے، چنانچہ اس دور سے ساڑھے پانچ سو سال بعد پھر ہمیں سیالکوٹ (پنجاب) کی سرزمین میں
ایک ایسا معلم نظر آتا ہے جس نے ان سے بھی زیادہ عظیم التربیت شاگرد پیدا کیے، یہ بزرگ مولانا
کمال الدین کاشمیری تھے۔ آپ کے تینوں شاگرد جن کا ذکر یہاں مقصود ہے، پانچ دریاؤں کی زرخیز
اور سرسبز فضا میں پیدا ہوئے اور حضرت علامہ کے فیض تربیت سے آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب
بن کر چمکے۔ ایک کو قطب ربانی مجدد الف ثانی کا لقب عطا ہوا، دوسرے نے علم منطق، فلسفہ اور
کلام میں نام پیما کیا، تیسرے نے شہنشاہ ہند کا قلم دان وزارت سنبھالا۔

علامہ سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب گورنر پنجاب نے آپ کو ”سر“ کا خطاب
دینے کے سلسلے میں طلب کیا، تو آپ نے فرمایا، مجھے خطاب دینے سے پہلے میرے استاذ

ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیرپور شریف ۹۴، محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

حضرت مولانا سید میر حسن شاہ صاحب کو، جو یگانہ روزگار عالم ہیں، خطاب ملنا چاہیے۔ گورنر نے
جواب دیا، میں نے آج تک ان کی کوئی تصنیف نہیں دیکھی۔ آپ کی آنکھیں چمک اٹھیں،
گورنر صاحب کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا، جناب والا! مولانا کی سب سے بڑی تصنیف میں خود
آپ کے سامنے موجود ہوں، ان کے علم و فضل کے لیے اس سے زیادہ کیا ثبوت چاہیے۔ الغرض
حضرت استاذ کو ”شمس العلماء“ خطاب دلا کے ہی چھوڑا۔ علامہ مرحوم کے تذکروں میں جب یہ واقعہ
ہماری نظر سے گزرتا ہے تو ہمیں علامہ میر حسن کی قسمت پر رشک آنے لگتا ہے، کہ وہ کتنے
صاحب اقبال تھے کہ ان کی شاگردی پر خود اقبال بھی فخر کرتا تھا اور پھر جب ہم علامہ کمال الدین
کاشمیری کی شخصیت کا اندازہ لگاتے ہیں تو فرط عقیدت سے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں اور ہم
اپنے دل میں ان کی عظمت و توقیر کا بے پناہ جذبہ محسوس کرنے لگتے ہیں، جن کا شاگرد رشید
مجدد الف ثانی ہو، اس کے رتبے کا کیا کہنا۔ بقول شاعر مشرق:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
اب علامہ کمال کے شاگردوں کا حال سنئے:

---6---

حضرت مجدد الف ثانی

قطب ربانی، حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا مزار سرہند میں اب تک مرجع خاص و عام
بنا ہوا ہے، آپ کا مرتبہ اپنے زمانے کے علماء میں یہ تھا کہ بالا جماع اور متفقہ طور پر آپ کو
گیا رہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا۔

آپ کی تصانیف میں مکتوبات امام ربانی کو خاص درجہ حاصل ہے، یہ تین ضخیم جلدوں پر محیط ہے،
اس سے تصوف اور حقیقت کی ہزاروں گتھیاں حل ہوتی ہیں۔ آپ نے اکبر، جہانگیر اور شاہ جہان کا
زمانہ پایا ہے۔ اکبر کے زمانہ میں آپ نے فیضی کو تفسیر بے نقط ”سواطع الالہام“ لکھنے میں مدد دی،
ابوالفضل ان دنوں علماء اسلام کے در پے ہو رہا تھا، اکبر کے عقائد خراب ہو چکے تھے، ایک روز
حضرت کی موجودگی میں ابوالفضل نے رسالت پر کچھ شبہات ظاہر کیے، اس سے حضرت طیش میں آ گئے،
وہ سہم کر معافی کا طالب ہوا، مگر حضرت بغیر ملے مکان پر چلے آئے۔ رسالہ اثبات النبوت
انہی ایام کی یادگار ہے۔ چند دنوں بعد ابوالفضل مارا گیا اور جس دین کی بنیاد اس کی ترغیب سے
اکبر نے رکھی تھی، وہ بھی ختم ہو گیا۔ بشیر صاحب کے بیان کے بموجب فتنہ دین الہی فرو کرنے میں
حضرت کا بہت بڑا دخل تھا۔ لکھتے ہیں:

”خزاں جب چین کے حسن و خوبی کو برباد کر دیتی ہے تو باد بہار نو جوانان چین کو نئی زندگی کا پیغام سنانے آتی ہے۔ باغ کے کونے کونے میں تروتازگی کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں، ہنرہ از سر نو زمین پر بجلی فرش بچھا دیتا ہے، پودے پھر ہر ابھرا لباس پہن لیتے ہیں اور ڈالی ڈالی پر کلیاں مسکرانے لگتی ہیں، بعینہ اسی طرح جب ہندوستان کے با اقبال شہنشاہ اکبر کے دماغ میں متحدہ قومیت کا بھوت سوار ہوا اور اس نے مشرکانہ رسوم اور عقائد کو اسلام میں داخل کر کے ”دین اسلام“ کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی تو ”ہر فرعون نے راموسی“ کے مصداق اپنے سچے دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی کو سر ہند میں پیدا کیا، جن کی مساعی جملہ سے اسلام کو ہندوستان میں اس قدر تقویت پہنچی کہ دین اکبری نہایت ہی قلیل عرصہ میں صفحہ ہر سے معدوم ہو گیا۔۔۔

جہاں گیر کے زمانہ میں عبداللہ خاں اوزبک والی توران کی درخواست پر حضرت نے ”رد شیعہ“ کے عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا، مزید برآں خلفائے راشدین اور امام المومنین کی شان میں بھی ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی۔ آصف خاں اور نور جہاں بیگم نے شیعہ مذہب کے خلاف آپ کی کوششیں ملاحظہ کیں تو انہوں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے کہ یہ شخص والی توران سے ملا ہوا ہے اور ہندوستان میں جگہ جگہ اس نے سازش کا جال بچھا رکھا ہے، اگر بروقت اس پر قابو نہ پایا گیا تو اس کے نتائج بے حد خطرناک برآمد ہوں گے۔ بادشاہ نے حضرت کو طلب کیا، آپ دربار میں اس شان سے پہنچے کہ نہ مجرا بجالائے اور نہ تعظیمی سجدہ ہی ادا کیا، امرائے دربار نے اشارے سے سمجھایا تو فرمایا کہ یہ سرسوائے خدا کے کسی کے آگے نہیں جھکا اور نہ آئندہ اس کے جھکنے کی امید ہے۔ بادشاہ نے ہنجنجھلا کر آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا، مگر کچھ عرصے کے بعد نہ صرف آزاد کیا بلکہ اپنی جسارت کی معذرت بھی طلب کی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جب سر ہند میں حضرت کے آستان پر حاضری دی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس جہاد کے متعلق اپنے تاثرات کو طویل نظم کی صورت میں پیش کیا، جس کے دو اشعار یہ ہیں:

گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

شاہ جہاں تو حضرت کا مرید تھا اور اس دور کے بڑے بڑے امراء اور فضلاء حضرت سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ کو حضرت کا انتقال ہوا، وفات سے پہلے آخری جمعہ کے موقع پر حضرت نے مریدوں کو جمع کر کے بہت سی نصیحتیں کیں۔ شب وصال

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۹۶، محرم الحرام/ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

ہندی کا ایک مصرع بار بار زبان پر آتا رہا، جس کا مطلب تھا:

”آج روز وصال ہے، اس خوشی میں تمام جہان قربان کرتا ہوں۔۔۔“

علی الصبح وضو کر کے تہجد افرومائی، صبح کی نماز جماعت سے پڑھی، پھر مرزا قبر فرمایا، اشراق کے بعد دعائیں پڑھتے رہے اور لیٹ کر اللہ اللہ کرتے ہوئے رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ دیا۔

--- ۷ ---

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی حضرت علامہ کمال کا شمیری کے دوسرے شاگرد رشید ہیں، اکبر اعظم کے زمانے میں آپ حکومت کے سب سے بڑے مدرسہ کے صدور الصدور تھے، جہاں گیر نے اپنے عہد میں ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے جاگیر عطا کی اور اپنے مصاحبین میں داخل کیا۔ شاہ جہاں کے دور میں آپ کے زیر اہتمام سیالکوٹ میں بھی ایک یونیورسٹی قائم ہوئی، جس میں عراق اور شام سے طالبان علم و ادب آکر تعلیم پاتے تھے۔ سنہ ۱۰۶۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر علم منطق، فلسفہ اور کلام پر مشتمل ہیں، آپ نے منطق اور کلام کی کتب پر بسط حاشیہ سپرد قلم فرمائے، آپ کی کتابیں صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ مراکش، اندلس اور کابل و قسطنطنیہ تک مستند درس گاہوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

--- ۸ ---

نواب سعد اللہ خاں

حضرت علامہ کا تیسرا شاگرد نواب سعد اللہ خاں ہے، یہ شاہ جہاں بادشاہ کے وزیر اعظم تھے، تدبیر، سیاست اور علم و فضل میں آپ کا پایہ نظام الملک طوسی، خواجہ محمود گواں اور خواجہ جہاں احمد بن الیاس سے کم نہیں، یہ اپنے زمانے میں ابوالفضل، فیضی اور جعفر برکی سے زیادہ راعی اور رعایا کو محبوب تھے، ان کے عروج و اقبال کی داستان بھی بجائے خود ایک افسانہ ہے۔ آج نہ سعد اللہ خاں ہے، نہ علامہ سیال کوٹی اور نہ مجدد الف ثانی کا پیکر نورانی کہیں جلوہ گلن ہے، مگر ان کی شہرت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے، لیکن علامہ کمال کا شمیری، ان نامور بزرگوں کا استاذ، سیال کوٹ کے ایک گم نام گوشے میں جو خواب ہے۔ دنیا جانتی بھی نہیں کہ اس تودہ خاک میں کس پائے کی شخصیت استراحت فرما ہے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

”یاد وطن ستم کیا، دشت حرم سے لائی کیوں“

اعلیٰ حضرت کی زمین میں

حکم رسول بھول کر، آپس میں ہے لڑائی کیوں
دیں تو ملا حضور سے، ان سے ہو بے وفائی کیوں
فضل خدا سے جو کرے صرف مدح مصطفیٰ
سرور کائنات آپ جب ہیں رءوف اور رحیم
وہ جو نبی کے حکم کی کرتے نہیں متابعت
مکہ پہنچ کے، تابشِ شہر نبی نہ پا سکا
لطفِ نوازشات اگر سیرتِ مصطفیٰ کرے
محو پرستش مفاد ہوتے نہیں ہیں مومنین
وہ جو قریب تر رہا زندگی بھر حضور کے
پرچمِ حبِ مصطفیٰ ہاتھ میں رکھنے والے کی
خاکِ مدینہ دیکھ کر چرخ کی سمت دیکھیں کیا
کس لیے امت حضور ہو گئی مذنب و اثم
ملک جو نام حضور پر ہم کو ملا ہے، اس میں بھی
دستِ تصرفات میں جن کے سندھی جیت کی
مقتضیات یوم دیں اپنی اگر نظر میں تھیں
وردِ درودِ مصطفیٰ کرتے ہیں جب شانہ روز

مرنا رشید کا وہاں چاہتے ہوں نہ گرنی
دفنِ بقیع کی مرے دل کو لگن لگائی کیوں

راجا رشید محمود

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجُو شَفَاعَتَهُ
لِكُلِّ هَوٍّ مِنَ الْأَهْوَالِ مُفْتِحِهِ

ماہنامہ
A.B.C. Certified
نور الحبيب بصیر پور
جلد نمبر 27
شمارہ نمبر 11

Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993- 4238
محرم الحرام / صفر المظفر ۱۴۳۷ھ

فقیہ اعظم
حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور الدین
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
دامت باریہ نور الحبيب
(بصیر پور شریف)

مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ محمد محی الدین نوری
مجلس ادارت
علامہ احمد علی قصوری
ڈاکٹر ضیاء الحبيب صابری
مولانا محمد منشاء تالش قصوری
پروفیسر خلیل احمد نوری
صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری
ترسیل زر کا پتہ:
انجمن حزب الرحمن (شعبہ تبلیغ) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ: 56011 فون نمبر: 044-4771014 فکس: 044-4772214
E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com

مبشر:
محمد شریف نوری
0301 - 3168566
تقریریں:
مولانا محمد یوسف نوری
کیپورنگ:
نوری کیپورنگ سٹریٹ بصیر پور شریف
سرورق:
چاند کلاں
خصوصی چندہ سالانہ:
1200/= روپے
عمومی چندہ سالانہ:
400/= روپے
فی کاپی: 40/= روپے